امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۵ رمحرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۴ رجولائی ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 27

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- مدارس اسلامیہ اور جدید کاری کا تصور
- خود احتسابی کا فقدان
- اسلام میں عورتوں کا نظام تعلیم
- قوم کی رہنمائی کے لئے افراد سازی……
- محرم الحرام کے مخصوص اعمال
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

بین السطور

یکساں شہری قانون کے نقصانات

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

دستور کے رہنما اصولوں میں سے ایک دفعہ 44 کا سہارا لے کر حکومت ہند یوسی سی لانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے، وزیر اعظم نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ایک ملک دو قانون کے ذریعہ نہیں چل سکتا؛ حالاں کہ ہمارے تجربات ومشاہدات تو یہی کہتے ہیں کہ ہندوستان سارے پرسنل لاز کے ساتھ ہی پہلے ترقی پذیر اور پھر ترقی یافتہ ملک کے زمرے میں آیا، مختلف مذاہب کے لوگوں نے اپنے اپنے پرسنل لاز کے ساتھ ملک کو ترقی کی راہ پر لگایا، سب متحد رہے تو ملک کی سالمیت محفوظ رہی، اب حکومت کو لگتا ہے کہ ایک ملک کو ایک ہی قانون چاہیے تو یہ ہمارے تجربات ومشاہدات کے بالکل برعکس ہے، اس کے نفاذ سے دستور کے بنیادی حقوق کے دفعات کالعدم ہو جائیں گے، جس کی وجہ سے ہندوستان کے عام شہریوں میں بے چینی بڑھے گی اور اس کے نتیجے میں ملک کی یک جہتی اور سالمیت کو غیر معمولی نقصان پہونچے گا، یہ دستور کی خلاف بھی ہوگا؛ کیونکہ دفعہ 44 کی حیثیت صرف مشورے کی ہے اور اس کی حیثیت دستور کے ان دفعات سے بالکل الگ ہے جو ہمارے قانون کا حصہ ہے؛ کیوں کہ رہنما اصول کے ذریعہ بنیادی دفعات پر تیشہ نہیں چلایا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ عدالتیں اس دفعہ کا تذکرہ تو کرتی ہیں؛ لیکن اس کے سہارے کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتیں، اس بنیادی نکتہ کی طرف اگر آپ کی توجہ مبذول ہو گئی ہو تو سمجھنا چاہیے کہ یونیفارم سول کوڈ کے خلاف لا کمیشن کو رائے بھیجنا دراصل ہندوستان کے دستور اور یک جہتی سے جڑا ہوا ہے، جسے ہم کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔

یونیفارم سول کوڈ نافذ ہونے سے یہاں کی رنگا رنگ تہذیب متاثر ہوگی، یہاں ہر مذہب کی اپنی ایک تہذیب ہے، زندگی گذارنے کا اپنا طریقہ ہے، یہ معاملہ کالر اور بے کالر کرتے کے انتخاب کا نہیں ہے، یہ معاملہ اس سطحیت سے بہت اوپر کا ہے، یونیفارم سول کوڈ سب کچھ بدل کر رکھ دے گا، کئی لوگ اس کے اثرات کو عائلی معاملات ومسائل تک محدود سمجھتے ہیں، یہ قطعاً صحیح نہیں ہے، بغیر یونی فارم سول کوڈ کے مسجد کے باہر تک صفیں لگنے پر ایف آئی آر درج ہو رہا ہے، جیل کی سزائیں دی جا رہی ہیں، کئی جگہ مائیک سے اذان دینے پر پابندی ہے، بعض جانور کے ذبیحہ پر پابندی ہے اور اس کے گوشت پائے جانے کا الزام لگا کر ماب لنچنگ ہو رہی ہے، ایسے میں یونیفارم سول کوڈ ہماری عبادت اور خورد ونوش کو بھی متاثر کر دے گا، جو غیر اعلانیہ طور پر ابھی بھی کم نہیں ہے۔

یہ نکاح کے نظام کو متاثر کرے گا، ہمارے یہاں لڑکے لڑکی جس عمر میں بالغ ہو جاتے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ سال ہے، ماحول اور موبائل کا کثرت سے استعمال اس سے بہت پہلے ان دنوں بچے بچیوں کو بلوغیت کے مرحلہ تک پہونچا دیتا ہے، ایسے میں یونیفارم سول کوڈ میں کم سے کم کورٹ میریج اور اس کے رجسٹریشن کو لازم کیا جائے گا، اٹھارہ سال سے کم عمر کی شادی یونیفارم سول کوڈ میں جرم ہونے کی وجہ سے ہو نہیں سکے گی اور تاخیر کی وجہ سے جو مفاسد پیدا ہوں، اس کا مشاہدہ لوگ کھلی آنکھوں کر رہے ہیں، شریعت نے بعض حالات میں بلوغیت سے قبل بھی صغر سنی میں ولی کی اجازت سے نکاح کی اجازت دی ہے، یہ حکم نہیں اجازت ہی ہے؛ لیکن اس اجازت کو ساقط کرنے کا کسی انسان کو کس طرح اختیار دیا جا سکتا ہے، یہی حال چار شادی کی اجازت کا ہے جو انصاف کی قید کے ساتھ قرآن میں مذکور ہے، بیک وقت چار بیویاں رکھنے والے ہندوستان میں شاید باید ہی ہوں؛ لیکن یہ اجازت قرآن کریم میں مذکور ہے اسے کوئی انسان کس طرح ساقط کر سکتا ہے، ہمارے یہاں دودھ شریک بھائی بہن میں شادی حرام ہے، یوسی سی کی نظر میں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں، جس سے رشتہ کرنے میں خلل واقع ہو، بچے کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری کن حالات میں کس کی ہے، شریعت میں سب مقرر ہے، یوسی سی اس کو بھی بدل کر رکھ دے گا، بچے کتنے ہوں گے اس کا فیصلہ حکومت نہیں کرے گی، یوسی سی آئے گا تو دو یا تین بچے کی ہی اجازت ہوگی، زیادہ کے خلاف پہلے بھی آواز اٹھتی رہی ہے؛ لیکن یوسی سی اس پر کل پابندی لگا دے گا، آپ کا حق چلا جائے گا، شادی کے بعد طلاق کا حق یوسی سی میں دو طرفہ ہوگا اور اصلاً فیصلہ عدالت کرے گی اور جج کے فیصلہ سے طلاق نافذ ہوگا، اگر طلاق مرد دے گا تو یا تو وہ نافذ العمل نہیں ہوگا؛ کیوں کہ یوسی سی کے مطابق دونوں چاہیں گے تب طلاق واقع ہوگی، چلیے مان لیتے ہیں کہ طلاق ہو بھی جائے تو یوسی سی آپ کو مطلقہ عورت کو تا زندگی یا تا نکاح ثانی گذارہ بھتہ دینے پر مجبور کر دے گا، حالاں کہ عورت کا نفقہ نکاح کی وجہ سے مرد کے ذمہ تھا، اب وہ اس کی بیوی نہیں ہے تو نفقہ شوہر کیوں دے؟ اس کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا کہ اب وہ کہاں جائے گی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا شوہر مر جاتا تو وہ کہاں جاتی جو لوگ اس کو دیکھتے اس کی خبر گیری کرتے وہی اس کو دیکھیں گے، اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے، شریعت نے اس سلسلہ میں واضح کر دیا ہے کہ اگر اس عورت کے پاس مال ہوتا تو جس تناسب سے وارثوں کو ملتا اب اس کے پاس مال نہیں ہے تو وہ سب ملنے والے مال کے تناسب سے اس کی کفالت کریں گے، عورت طلاق یا شوہر کے مرنے کے بعد عدت گذارتی ہے یوسی سی میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہوگی، طلاق کے بعد عورت نے کسی دوسرے مرد سے شادی کیا، نباہ نہیں ہوا اور وہ پھر سے پہلے شوہر سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اسے حلالہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا۔

یوسی سی سے ترکہ کی تقسیم کا عمل بھی متاثر ہوگا، ان کے نزدیک لڑکا لڑکی برابر ہیں، اس لیے حصہ بھی برابر دینا ہوگا، دو اور ایک کا فارمولہ نہیں چلے گا، جو انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہوگا، اس لیے کہ سارا مالی بوجھ لڑکوں پر ہوگا اور حصہ ذمہ داری کی ادائیگی کی بنیاد ہیں پر فرضی مساوات کے نام پر قائم ہوگا۔ یتیم پوتے اور گود لیے ہوئے بچوں کو بھی حصہ دینا ہوگا، اس کے لیے شریعت میں وصیت کا مضبوط نظام ہے اور ایک تہائی تک وصیت کی گنجائش ہے؛ لیکن جسے ترکہ میں حصہ کہتے ہیں اسے نہیں ملتا ہے، اس لیے کہ ان کو ترکہ میں حصہ دینے سے جن کے حصص قرآن میں مذکور ہیں ان میں کمی بیشی آئے گی اور یہ قرآنی حکم کے خلاف ہوگا، متبنیٰ بنانے کی شکل میں یوسی سی کے ذریعہ حقیقی باپ کی جگہ گود لینے والے کو باپ قرار دیا جائے گا اور سارے کاغذات میں باپ کی جگہ غیر باپ کا نام درج ہوگا یہ تو ہمارے سماج میں گالی ہوا کرتی ہے، اور پوری زندگی یوسی سی کے نفاذ کے بعد اس لڑکے کو اس گالی کو ڈھونا پڑے گا، مرنے کے بعد آخری رسوم کی ادائیگی کے لیے یوسی سی میں کیا نظم ہوگا، ابھی یہ کہنا ذرا مشکل ہے؛ لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ وہ طریقہ ہمارا والا طریقہ نہیں ہوگا، یہ بھی شریعت کے خلاف ہوگا کہ ہم مردوں کے دفنانے تک کے طریقہ سے دستبردار ہو جائیں گے۔

نقصان غیر مسلم بھائیوں کا بھی کم نہیں ہوگا، ان کے یہاں تو رسم و رواج مذہب سے زیادہ ذات کی بنیاد پر ہیں، علاقہ بدلنے سے ان کے دیوی دیوتا بدل جاتے ہیں، نظام زندگی بدل جاتا ہے، ناگالینڈ کے ایک قبیلہ میں لڑکا بیاہ کر لڑکی کے گھر جاتا ہے، جنوب میں بھانجی سے شادی کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے، ہمارے علاقہ میں چچیرے، پھوپھیرے، ممیرے، خلیرے بھائی بہن کے درمیان بھی رشتہ نہیں ہوتا، ان کے یہاں ہر برادری میں مختلف انداز کی روایت پائی جاتی ہے، جس سے وہ بھی دست بردار نہیں ہو سکیں گے؛ کیوں کہ محققین ہندو کو مذہب کے بجائے طریقۂ زندگی ہی قرار دیتے ہیں، یہ طریقہ زندگی بدلا تو ان کا سب کچھ بدل کر رہ جائے گا، ان کے یہاں پہلے سے رائج ہندو میریج ایکٹ وغیرہ پر بھی اچھی خاصی زد پڑے گی، ان کے یہاں عبادتیں بھی الگ الگ ریاستوں میں الگ الگ دیوی دیوتاؤں کی ہوتی ہیں، مہاراشٹر میں عقیدت اور توجہ کا مرکز ''گنپتی'' بہار میں چھٹ اور درگا پوجا، مغربی بنگال میں کالی پوجا کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، ہر گھر میں الگ الگ دیوی دیوتا پنڈت جی کے کہنے کے مطابق پوجے جاتے ہیں، یوسی سی میں ان کا کیا حشر ہوگا، قبل از وقت کہنا مشکل ہے، اس طبقہ کو اطمینان ہے کہ یونیفارم سول کوڈ کے لفافے سے جو برآمد ہوگا وہ ہندوؤں کے حسب حال ہوگا۔

سکھوں کا معاملہ اور گڑبڑ ہوگا ان کے یہاں چار کاف کرپان، کڑا، کچھا اور کیش (بال) کی بڑی اہمیت ہے اور ان کو مذہبی شعار سمجھا جاتا ہے، اسی لیے ان کو ہوائی جہاز میں کرپان لے کر چلنے اور بغیر ہیلمیٹ کے پگڑی کے ساتھ بائیک چلانے پر کوئی دارو گیر نہیں ہے، جب کہ ہم سے سیکوریٹی کا حوالہ دے کر بلیڈ، قینچی وغیرہ تک لے لیا جاتا ہے، ہمیں ٹوپیوں پر ہیلمیٹ لگانے ہوتے ہیں، جب یوسی سی آئے گا تو ان کو بھی کرپان چھوڑ دینا پڑے گا، اور ہیلمیٹ پہننا ہوگا (بقیہ ص: ۱۰ ر پر)

اچھی باتیں

''دولت ایک ایسی تتلی ہے جسے پکڑتے پکڑتے آدمی دور نکل جاتا ہے ☆ کتابوں کی اہمیت مسلم ہے، لیکن سبق وہ یاد رہتا ہے جو وقت اور لوگ سکھاتے ہیں ☆ دو قسم کے لوگ کبھی عزت دار نہیں ہو سکتے، ایک خوشامدی اور دوسرا منافق ☆ مجھے لوگوں کو پڑھنا نہیں آتا؛ لیکن ان پر اعتبار کر کے سبق ضرور مل جاتا ہے ☆ یہ شکایت نہیں تجربہ ہے، قدر کرنے والوں کی کوئی قدر نہیں کرتا ☆ آپ کے وہ الفاظ بھی تحفہ ہیں جو دوسروں کو زندگی میں آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتے ہیں ☆ پھول کا تحفہ دینا اہم نہیں ہے، پوری زندگی اس طرح تعلق باقی رکھنا جیسا پھول کی پنکھڑیوں کو بچانے کے لئے کیا جاتا ہے ☆ اپنے کو جب کسی بات کا احساس دلانے کی نوبت آجائے تو پھر وہ اپنے نہیں ہوتے'' (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''مسلم قائدین اور علماء بار بار مسلمانوں کو اسلامی شعار اپنانے، ایمانی زندگی گذارنے، شریعت پر عمل کرنے، مسجد کو آباد کرنے کی تلقین کرتے رہے، ائمہ حضرات مسجد کے منبر ومحراب سے صدائیں لگاتے رہے، مولانا ابوالکلام آزاد اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دوسرے قائدین مسلمانوں کو پاکستان جانے سے روکتے رہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے باوقار قائدین اصلاح معاشرہ کی تحریک چلاتے رہے اور داخلی اصلاح کے لئے جد جہد کرتے رہے؛ لیکن قوم نے مان کر نہیں دیا، داڑھی اور حجاب پر عدالت کا فیصلہ اس بنیاد پر آگیا کہ زیادہ تر مسلم عورتیں اور مرد داڑھی نہیں رکھتے، اسے پسند کا معاملہ قرار دیا گیا، قائدین آواز لگاتے رہے، لیکن جوں تک نہیں رینگی ضرورت قائدین کی تجویز اور مشوروں کو نہ صرف ماننے بلکہ عمل کی ضرورت ہے، یہ گو ہار لگانا نہیں حقیقت کا اظہار ہے۔ (واحد متکلم)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

قناعت پسندی بھی ایک نعمت ہے

’’اور تم مال و دولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہو، حالانکہ جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی، آپ کے پروردگار اور قطار باندھے ہوئے فرشتے رونق افروز ہوں گے اور اس دن دوزخ لائی جائے گی، اس روز انسان سمجھ جائے گا اور اس وقت سمجھنے کا کیا فائدہ۔ کہے گا۔ کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ بھیجا ہوتا‘‘ (سورۃ الفجر، آیت: ۲۰-۲۱)

وضاحت: دنیا میں انسان مال و دولت کو حاصل کرنے میں بسا اوقات اپنی شرافت و عظمت کو بھی کھو بیٹھتا ہے، بس اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ روپے پیسے کس طرح جمع ہو جائیں، بینک بیلنس ہو جائے، اسی فکر و سوچ میں صبح و شام گذرتی ہے، اس راہ میں وہ رشتے ناتوں کا بھی لحاظ و خیال نہیں رکھتا، بھائی کا بہنوں کی جائداد پر قبضہ جمانا، پڑوسیوں کی زمین تک ہڑپ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، جو خود اس کے لئے اور مہذب معاشرے کے لئے انتشار کا سبب بن جاتا ہے، حرص و طمع کی یہ کیفیت انسانی وقار کے خلاف تو ہے ہی، دنیا و آخرت کے لئے خطرے کی گھنٹی بھی ہے، اس لئے قرآن مجید میں کہا گیا کہ مال و دولت کو حاصل کرنے کے لئے اعتدال و توازن کو قائم رکھو اور جو نعمتیں تم کو عطا کی گئی ہیں، ان پر قناعت اختیار کرو اس پر راضی و خوش رہو، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ مالداری ساز و سامان کی کثرت کا نام نہیں، بلکہ اصل مالداری دل کا استغنا اور قناعت ہے، علامہ قرطبیؒ نے لکھا کہ مفید یا بڑی مالداری دل کا غنی ہوتا ہے کہ جب انسان دل کا غنی ہوگا تو وہ حرص و لالچ سے بچ جائے گا، جس کے ذریعہ بڑائی اور عزت نفس حاصل ہوگی، اس کو پاکیزہ کردار لوگوں میں بلندی و نفرت کا وہ رتبہ حاصل ہوگا، جو اس مالدار کو نہیں حاصل ہوگا، جس کا دل حرص و طمع کے کرنے پر آمادہ کرتا رہتا ہے، اگر آپ غور کریں گے تو محسوس ہوگا کہ انسان کا دل فقیر اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ نے اس کو جو کچھ عطا کیا ہے اس پر اس کو قناعت نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ ہر وقت مال کو جمع کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے، جب اس کے منشا کے مطابق مال نہیں ملتا ہے تو وہ رنج و غم کا شکار ہو جاتا ہے اور شکوہ شکایت کرتا پھرتا ہے، لوگوں سے اپنی بے بسی کا اظہار کرتا ہے اور جب انسان اللہ کی عطا اور فیصلہ پر راضی رہتا ہے تو اس کا دل مطمئن رہتا ہے اور رغیب سے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتوں کو پوری کرتا رہتا ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دنیا سے زیادہ دل نہ لگانے کی تربیت کی، جس کا اثر صحابہ پر ایسا ہوا کہ جب وہ بادشاہوں کے حالات اور باتیں سنتے تو جلدی سے گھر میں داخل ہو جاتے اور اس آیت کی تلاوت فرماتے ’’ولا تمدن عینیک الخ‘‘ اور مت پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے، ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی ان کے جانچنے کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی ہے (سورہ طٰہٰ) معلوم ہوا کہ قناعت پسندی بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، اسلئے انسان کو قناعت پسند بن کر زندگی گذارنی چاہئے تاکہ روز محشر میں عز و شرف سے نوازا جائے۔

غیرت مند بنئے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیرت ایمان کا حصہ ہے اور بے غیرتی نفاق کا جزو ہے‘‘ (بیہقی، شعب الایمان)

وضاحت: کسی ناگوار بات کو سن کر یا دیکھ کر دل کی کیفیت بدل جانا غیرت داری کہلاتا ہے، جس کو حدیث شریف میں ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، غیرت مند بندہ اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے، اللہ خود غیرت مند ہے اور غیرت مندی کو پسند کرتے ہیں، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ کو اس میں غیرت آتی ہے کہ مومن وہ کام کرے جس کو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے (صحیح مسلم) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں، قدرت نے انسان کے اندر غیرت مندی کی صلاحیت فطری طور پر ودیعت کی ہے، جس کو بچا کر رکھنے کی تعلیم دی یعنی جب کہیں بدکاری و بے حیائی ہو رہی ہو تو اس وقت ہماری ایمانی غیرت کو بیدار ہو جانا چاہئے، اگر اس کو قوت بازو سے روک سکتے ہیں تو اس کو روکیں، زبان سے برا کہیں ورنہ کم سے کم دل سے برا سمجھیں، اگر کوئی شخص اسلامی تہذیب و تمدن کا مذاق اڑا رہا ہے، یا شعائر اسلام پر طعنہ زنی کر رہا ہے، یا مسلمانوں کی عزت و ناموس سے کھلواڑ کر رہا ہے اور اس وقت ہم تماشائی بنے رہیں تو یہ ہمارے بے غیرتی کی علامت ہوگی، جس کو منافقت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ دین اسلام پر لعن طعن کرے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، ایسے نازیبا حرکتوں پر ہمارا خاموش رہنا مومنانہ صفات کے خلاف ہے، اسی طرح بے حیائی کے عمل کو اپنی نگاہوں سے دیکھ کر لطف اندوز ہونا نہایت درجہ کی بے غیرتی اور نفاق کی بات ہے اور حدیث شریف میں فرمایا کہ ’’السماء من النفاق‘‘ دیوثیت نفاق میں سے ہے، دیوثیت یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی اور گھر کی عورتوں کو مردوں کے مجمع میں چھوڑ دے کہ وہ آپس میں ملیں جلیں، یہ انتہائی گھٹیے درجہ کی بے شرمی ہے، شرم و حیا انسان کا زیور ہوتا ہے، اگر وہ فوت ہو جائے تو انسان اور حیوان میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ تہذیبی و معاشرتی طور پر انسان اور جانوروں کے درمیان وجہ امتیاز حیا ہی ہے اور یہی وہ صفت ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے پر فطرۃً مجبور ہوتا ہے اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ کے یہاں ان کا بڑا اونچا مقام ہے ’’والحافظین فروجھم‘‘ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے دریافت کیا کہ دیوث کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جس کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ اس کے گھر کی عورتوں کے پاس کون آتا اور کون جاتا ہے، اس لئے عورتوں کو بھی اپنی عزت نفس کا خیال رکھنا چاہئے اور مسلمان بھائیوں کو بھی اپنے گھروں میں فطرت کی عطا کردہ نعمت کی حفاظت کرنی چاہئے، یہی وہ چیز ہے جو ہمیں کامیابی کی طرف لے جانے والی ہے، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

ماہ محرم اور اس کے رسوم و بدعات

س: محرم الحرام کے ذریعہ ہجری سال کا آغاز ہوتا ہے، اس مہینہ کا استقبال کس طرح کرنا چاہئے، اسلامی تعلیمات کیا ہیں، اس مہینہ میں تعزیہ سازی، سینہ کوبی، نوحہ و ماتم، ڈھول باجا، مرثیے گانا، یا علی یا حسین کا نعرہ بلند کرنا، کھچڑا اور سبیل وغیرہ بہت سارے رسوم ہیں جو انجام دیئے جاتے ہیں اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس میں نہ صرف شریک ہوتی ہے بلکہ ہر طرح ان چیزوں کو انجام دیتی ہے یا پھر اس میں مدد کرتی ہے، شریعت میں ایسے کاموں کی کیا حیثیت ہے؟

ج: محرم الحرام وہ مبارک و محترم اور پاکیزہ مہینہ ہے جس سے ہجری سال کا آغاز ہوتا ہے، اس سال کا استقبال و آغاز انتہائی پاکیزگی، شریعت کی مکمل پاسداری، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری اور روزے کے اہتمام سے کرنا چاہئے، اس محترم اور باعظمت مہینہ کو غم و سوگ، ماتم و تعزیہ، ڈھول تاشہ باجا، کھچڑا، سبیل اور طرح طرح کے واہیات و خرافات اور رسم و رواج سے جکڑ دینا اسلامی تعلیمات کے سخت خلاف ہے، ان چیزوں کا ثبوت کتاب و سنت، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کسی سے نہیں ہے، یہ سب رسم و رواج اور بدعات ہیں جن سے بچنا اور ماہ مبارک کو پاک کرنا نہایت ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی رسم پیدا کی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہوگی۔

"من احدث فی أمرنا ھذا مالیس فیہ فھو رد" (صحیح البخاری: ۲۶۹۷، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

"کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار" (سنن نسائی: ۱۵۷۹، کتاب صلاۃ العیدین، باب کیف الخطبۃ)

آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے رخسار پیٹا، گریبان چاک کیا اور جاہلیت کا نعرہ بلند کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

" لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ" (صحیح البخاری: ۱۲۹، کتاب الجنائز، باب لیس منا من ضرب الخدود)

محرم میں نفلی روزے رکھنا:

س: ماہ محرم الحرام میں نفلی روزے رکھنا کیسا ہے؟

ج: مسلم شریف کی روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’رمضان کے روزے کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم کا روزہ ہے۔ اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز یعنی تہجد کی نماز ہے۔‘‘ (صحیح مسلم جلد ۱، صفحہ ۳۶۸؛ باب فضل صوم المحرم)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے بعد نفلی روزوں کے لیے افضل ترین مہینہ محرم الحرام کا مہینہ ہے، اس لیے اس میں روزہ رکھنا باعث سعادت و فضیلت ہے۔

عاشورہ کا روزہ:

س: عاشورہ کے روزے کی شرعی حیثیت اور فضیلت کیا ہے؟

ج: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک اس دن کی کیا اہمیت ہے، کہ تم اس کا روزہ رکھتے ہو؟ یہودیوں نے کہا کہ یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کے لوگوں کو ڈبو دیا تھا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری کے لیے اس دن کا روزہ رکھا اور اسی لیے ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہماری قربت تم سے زیادہ ہے، اور اس (روزہ رکھنے) کے ہم زیادہ حقدار ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔‘‘ (صحیح البخاری جلد ۱، صفحہ ۲۶۸؛ باب صیام یوم عاشوراء)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ کا حکم کیا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دن تو ایسا ہے کہ اس کی تعظیم یہود و نصاریٰ کرتے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگلے سال ان شاء اللہ نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا، لیکن اگلے سال تک زندگی نے وفا نہیں کی اور اس سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (صحیح مسلم جلد ۱، صفحہ ۳۵۹) بخاری شریف کی روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (صحیح البخاری جلد ۱، صفحہ ۲۶۸)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا، ابتداءً دسویں محرم کا روزہ شروع ہوا پھر یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک دن پہلے یعنی نویں محرم کے روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، لیکن زندگی نے وفا نہیں کی اور اگلا محرم آنے سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

بہر حال ۹؍۱۰؍۱۱؍محرم کو روزہ رکھنا مستحب ہے اور حدیث پاک میں اس کی بڑی فضیلت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھنے سے اس کے پہلے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔‘‘ (صحیح مسلم جلد ۱، صفحہ ۳۶۷)۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 27 مورخہ ۵ر محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۴ر جولائی ۲۰۲۳ء روز سوموار

سال نو کی آمد-مرحبا

1444ھ گذر گیا اور ہم 1445ھ میں داخل ہو گیے، یعنی نئے سال کا سورج ہماری زندگی کے مہہ وسال سے ایک سال اور کم کرنے والا ہے، ہم موت سے اور قریب ہو گیے، انسان بھی کتنا نادان ہے وہ بڑھتی عمر کا جشن مناتا ہے، مبارک باد پیش کرتا ہے، قبول کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ ہماری عمر جس قدر بڑھتی ہے، موت اور قبر کی منزل قریب ہوتی رہتی ہے اور بالآخر وقت موعود آجاتا ہے اور آدمی قبر کی آغوش میں جا سوتا ہے۔ جو لوگ صاحب نظر ہیں اور جن کے ذہن میں فکر آخرت رچی بسی ہوئی ہے، وہ گذرے ہوئے سال سے سبق لیتے ہیں، اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں، نئے سال کا استقبال تجدید عہد سے کرتے ہیں کہ آئندہ ہماری زندگی رب مانی گذرے گی، من مانی ہم نہیں کریں گے، اس عہد پر قائم رہ کر جو زندگی وہ گذارتے ہیں وہ رب کی خوش نودی کا سبب بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں بندہ جنت کا مستحق ہوتا ہے۔

نئے سال کی آمد پر ہم لوگ نہ محاسبہ کرتے ہیں اور نہ ہی تجدید عہد، بلکہ ہم میں سے بیش تر کو تو یاد بھی نہیں رہتا کہ کب ہم نئے سال میں داخل ہو گیے، عیسوی کلینڈر سب کو یاد ہے، بچے بچے کی زبان پر ہے، انگریزی مہینے فرفر یاد ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے سے جب چاہیے سن لیجئے؛ لیکن اسلامی ہجری سال، جو اسلام کی شوکت کا مظہر ہے، اس کا نہ سال ہمیں یاد رہتا ہے اور نہ مہینے، عورتوں نے اپنی ضرورتوں کے لئے کچھ یاد رکھا ہے، لیکن اصلی نام انہیں بھی یاد نہیں بھلا، بڑے پیر اور تر تیزی، شب براءت، خالی، عید، بقر عید کے ناموں سے محرم صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر، جمادی الاولی، جمادی الآخر، رجب، شعبان، رمضان، شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ جو اسلامی مہینوں کے اصلی نام ہیں، ان کو کیا نسبت ہو سکتی ہے، ہماری نئی نسل اور بڑے بوڑھے کو عام طور پر یا تو یہ نام یاد نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو ترتیب سے نہیں، اس لیے ہمیں اسلامی مہینوں کے نام ترتیب سے خود بھی یاد رکھنا چاہیے اور اپنے بچوں کو بھی یاد کرانا چاہیے، یاد رکھنے کی سب سے بہتر شکل یہ ہے کہ اپنے خطوط اور دوسری تحریروں میں اسلامی کلینڈر کا استعمال کیا جائے۔ پروگرام اور تقریبات کی تاریخوں میں بھی اس کا استعمال کیا جائے، کیونکہ بعض اکابر اسے شعار اسلام قرار دیتے ہیں اور شعار کے تحفظ کے لیے اقدام دوسری عبادتوں کی طرح ایک عبادت ہے۔

ہجری سال کی تعیین سے پہلے، سال کی پہچان کسی بڑے واقعے سے کی جاتی تھی۔ جیسے قبل مسیح، عام الفیل، عام ولادت نبوی وغیرہ، یہ سلسلہ حضرت ابو بکر صدیق ? کے وقت تک جاری تھا، حضرت عمر ? نے اپنے عہد خلافت میں مجلس شوریٰ میں یہ معاملہ رکھا کہ مسلمانوں کے پاس اپنا ایک کلینڈر ہونا چاہیے۔ چنانچہ مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ اسلامی کلینڈر کا آغاز ہجرت کے واقعہ سے ہو، چنانچہ سال کا شمار اسی سال سے کیا جانے لگا، البتہ ہجرت کا واقعہ ربیع الاول میں پیش آیا تھا، لیکن سال کا آغاز محرم الحرام سے کیا گیا، کیونکہ یہ سال کا پہلا مہینہ زمانہ جاہلیت میں بھی تھا۔ اس طرح اسلامی ہجری سال کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے۔

محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے، جس کا زمانہ جاہلیت میں بھی احترام کیا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ ہیں اور یہ اسی دن سے ہیں، جس دن اللہ رب العزت نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، ان میں چار مہینے خاص ادب کے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار مہینوں کی تفصیل رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم بیان کی ہے، پھر حضرت ابوذر غفاریؓ کی ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمام مہینوں میں افضل ترین اللہ کا وہ مہینہ ہے، جس کو تم محرم کہتے ہو، یہ روایت سنن کبریٰ کی ہے، مسلم شریف میں ایک حدیث مذکور ہے کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہ محرم کے ہیں، اس ماہ کی اللہ کی جانب نسبت اور اسے اشہر حرم میں شامل کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس مہینے کی فضیلت شہادت حسین کی وجہ سے نہیں، بلکہ بہت پہلے سے ہے۔

اسی مہینے کی دس تاریخ کو یوم عاشوراء کہا جاتا ہے، رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت کے قبل اس دن کا روزہ فرض تھا، بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق قریش بھی زمانۂ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس روزہ کا اہتمام فرماتے تھے، یہودیوں کے یہاں اس دن کی خاص اہمیت ہے، کیوں کہ اسی دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گیے تو یہودیوں کو یوم عاشوراء ؁ کا روزہ رکھتے دیکھا، معلوم ہوا کہ یہودی فرعون سے نجات کی خوشی میں یہ روزہ رکھتے ہیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم یہودیوں سے زیادہ اس کے حقدار ہیں کہ روزہ رکھیں، لیکن اس میں یہودیوں کی مشابہت ہے، اس لیے فرمایا کہ تم عاشورا کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو، اس طرح کہ عاشوراء ؁ سے پہلے یا بعد ایک روزہ اور رکھو۔ علامہ عینی کے مطابق اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے باہر آئے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی اسی دن واپس ہوئی، حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے، حضرت ایوب علیہ السلام کو مہلک بیماری سے نجات ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصی حکومت ملی، اور ہمارے آقا مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دن "غفر لہ ما تقدم من ذنبہ" کے ذریعہ مغفرت کا پروانہ عطا کیا گیا۔ اس طرح دیکھیں تو یہ سارے واقعات مسرت وخوشی کے ہیں اور اس دن کی عظمت وجلالت کو واضح کرتے ہیں، اس لیے اس مہینے کو منحوس سمجھنا، اور اس ماہ میں شادی بیاہ سے گریز کرنا ناواقفیت کی دلیل ہے اور حدیث میں ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں ہے۔

یقیناً اس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہل خاندان کے ساتھ شہادت تاریخ کا بڑا الم ناک، کرب ناک اور افسوس ناک واقعہ ہے، جس نے اسلامی تاریخ پر بڑے اثرات ڈالے ہیں، اس کے باوجود ہم اس دن کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی ماتم کر سکتے ہیں، اس لیے کہ ہمارا عقیدہ ہے حضرت حسین ? اور ان کے خانوادے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے، حق کی سربلندی کے لیے شہید ہوئے اور قرآن کریم میں ان حضرات کے بارے میں ارشاد ہے کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے انہیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، البتہ تم ان کی زندگی کو سمجھ نہیں سکتے، قرآن انہیں زندہ قرار دیتا ہے، اور ظاہر ہے ہمیں تو مُردوں پر بھی ماتم کرنے، گریباں چاک کرنے، سینہ پیٹنے اور زور زور سے آواز لگا کر رونے سے منع کیا گیا ہے، پھر جو زندہ ہیں، ان کے ماتم کی اجازت کس طور دی جا سکتی ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے

روئیں وہ، جو قائل ہیں ممات شہداء کے ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

اس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں تعزیے نکالے جاتے ہیں، تعزیہ نکالنے کی اجازت تو شیعوں کو چھوڑ کر کسی کے یہاں نہیں ہے، پھر جس طرح تعزیہ کے ساتھ نعرے لگائے جاتے ہیں یا علی، یا حسین ? یہ تو ان حضرات کے نام کی توہین لگتی ہے، حضرت علی، کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لگانا عظمت صحابہ کا تقاضہ اور داماد رسول اور نواسہ رسول کے احترام کا ایک طریقہ ہے۔ لیکن جلوس میں اس کی پرواہ کس کو ہوتی ہے، اس طرح ان حضرات کا نام ٹیڑھا میڑھا کر کے لیتے ہیں کہ ہمارے باپ کا نام اس طرح بگاڑ کر کوئی لے تو جھگڑا رکھا ہوا ہے، بے غیرتی اور بے حمیتی کی انتہا یہ ہے کہ اسے کار ثواب سمجھا جا رہا ہے، دیکھا یہ گیا ہے کہ اس موقع سے جلوس کے ساتھ بعض جگہوں پر رقاصائیں رقص کرتی ہوئی چلتی ہیں، عیش ونشاط اور بزم طرب ومسرت کے سارے سامان کے ساتھ حضرت حسین کی شہادت کا غم منایا جاتا ہے، اس موقع سے شریعت کے اصول واحکام کی جتنی دھجیاں اڑائی جا سکتی ہیں، سب کی موجودگی غیروں کے مذاق اڑانے کا سبب بنتی ہے، اور ہمیں اس کا ذرا بھی احساس وادراک نہیں ہوتا۔

جلوس کے معاملہ میں ہمیں ایک دوسرے طریقہ سے بھی غور کرنے کی ضرورت ہے، تاریخ کے دریچوں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت حسین رضی اللہ علیہ کی شہادت کے بعد اس خانوادہ میں بیمار حضرت زین العابدین اور خواتین کے علاوہ کوئی نہیں بچا تھا، یہ ایک لٹا ہوا قافلہ تھا، جس پر یزیدی افواج نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے، ان کے پاس جلوس نکالنے کے لیے کچھ بھی نہیں بچا تھا، تیر، بھالے، نیزے اور علم تو یزیدی افواج کے پاس تھے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر نیزے پر تھا اور یزیدی بزعم خود اپنی فتح وکامرانی کا جلوس لیکر یزید کے دربار کی طرف روانہ ہوئے تھے، ہمارے یہاں جلوس میں جو کر وفر اور شان وشوکت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، یہ کس کی نقل کی جا رہی ہے؟ ذرا سوچئے کھلے ذہن سے سوچیے تو معلوم ہوگا کہ ہم کسی اور کی نقل کر رہے ہیں، حسینی قافلہ کی تو اس دن یہ شان تھی ہی نہیں، اس لیے مسلمانوں کو ایسی کسی بھی حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے، ایسے جلوس میں نہ خود شامل ہوں اور نہ اپنے بچوں کو اس میں جانے کی اجازت دیں۔

موسم باراں

موسم باراں شروع ہو گیا ہے، سخت اُمس اور تمازت کے بعد تھوڑی بہت بارش کے ہونے سے جسم وجاں کو سکون ملا ہے، فصلوں کے بہتر ہونے کے امکانات بھی بڑھے ہیں، خشک ندی اور تالاب میں پانی جمع ہونے کی وجہ سے پانی کی قلت دور ہوئی ہے، اور چرند وپرند نے بھی راحت کی سانس لی ہے، گھنگھور گھٹائیں، رم جھم بارش، مرطوب ہوائیں دل میں بھی ایک کیف وسرور پیدا کرتی ہیں اور ہر شئی کو زندگی مل جاتی ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ وجعلنا من الماء ا کل شئ حی ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا، لیکن یہ پانی جب حد سے بڑھ جائے تو یہ زندگی کے ساتھ موت کا رقص بھی شروع کر دیتا ہے، اس کی کثرت سے کچے مکان گر جاتے ہیں، آب ودانہ اور غذائی اجناس کی قلت ہو جاتی ہے، آمد ورفت کے ذرائع مسدود ہونے کی وجہ سے جانوروں اور چھوٹے بچوں کی غذائی ضرورتوں کے پوری کرنے میں بھی دشواری ہو جاتی ہے، لوگ یا تو کھلے آسمان کے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہوتے ہیں یا پھر اونچے مکان کی چھت پر پناہ گزیں ہو جاتے ہیں، یہ منظر بڑا دردناک ہوتا ہے، موسم باراں کا سارا کیف وسرور کافور ہو جاتا ہے اور آدمی اپنی ضروریات کے لیے دوسروں کی طرف تکتا اور دیکھتا رہتا ہے۔

بدقسمتی سے بہار اس سے سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے، بہار میں نیپال کے ذریعہ چھوڑا ہوا پانی بے قابو ہو جاتا ہے اور کئی اضلاع کو متاثر کر جاتا ہے، نیپال کی پریشانی یہ ہے کہ اس کے یہاں پہاڑی ندیاں ہیں، جن میں گہرائی نہیں ہوتی، وہ اتھلی ہوتی ہیں، ان کے اندر پانی کی لہروں اور روانی کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، ڈیم کے ذریعہ روک کر پانی کام میں لایا جاتا ہے اور بہت بڑھ جائے تو گیٹ کھول کر سرحدی اضلاع میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

بہار کی حکومت یقین دہانی کراتی ہے کہ امسال سیلاب پر قابو پانے کی کارگر ترکیبیں کی گئی ہیں، لیکن جب بارش ہونے لگتی ہے تو کارگر ترکیبیں حکومتی سطح کی دوسری ترکیبوں کی طرح ناکام ہو جاتی ہیں، اور عوام کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بچاؤ کی تدابیر اور ضروری سامانوں کی سپلائی کا بڑا حصہ ان سوراخوں کے ذریعہ جو اب اس ملک کا مقدر بن گیے ہیں، ضرورت مندوں کے بجائے دوسروں تک پہونچ جاتے ہیں، اور ضرورت مند منھ دیکھتا رہ جاتا ہے۔

امسال ابھی بارش شروع ہی ہوئی ہے متھلانچل کے علاقہ میں بھی سیلاب کی تباہ کاری کے امکانات ہیں، اگر اس کی نوبت آجاء ؁ ے تو امداد وتعاون کے لیے قریب کی ان آبادیوں کو جن کو اللہ رب العزت نے اس پریشانی سے محفوظ رکھا ہے دست تعاون دراز کرنا چاہیے تاکہ فوری طور پر امداد رسانی کا کام ممکن ہو سکے، ایسے موقع سے بعض تنظیمیں بھی آگے آتی ہیں، خصوصا امارت شرعیہ جس کا امتیاز ایسے موقع پر بڑے پیمانے پر راحت رسانی کا رہا ہے اور اس کے امداد بہم پہونچانے کی ایک روشن تاریخ رہی ہے، یہ سب اہل خیر کی توجہ سے ہی انجام پاتا ہے، اس موقع سے امارت شرعیہ کے ضلع اور بلاک کے صدر سکریٹری، نقیب اور ارکان کے ساتھ عام مسلمانوں کو بھی مستعد رہنا چاہیے، کیوں کہ زمانے کی گردش سڑک پر چلنے کی طرح سیدھی سیدھی نہیں ہوتی، اس کی گردش دائرے کی شکل میں ہوتی ہے، جو لوگ ابھی بچے ہوئے ہیں اور گردش میں وہ دائرے کے اوپر والے حصے میں ہیں، اگر انہوں نے نیچے جانے والے پریشان حال لوگوں کا ہاتھ پکڑے نہیں رکھا تو اگلی گردش میں وہ نیچے ہوں گے اور چونکہ انہوں نے خود اوپر ہونے کے وقت نیچے والے کا ہاتھ نہیں پکڑے رکھا تھا، اس لیے اب جو مصیبت ان پر آئے گی، اس میں ان کا پرسان حال کوئی نہیں ہوگا، اس لیے ایسے موقعوں پر دست تعاون دراز کرنے کا مزاج بنائیے۔ تعاون کا اصل اجر تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

Scanned with CamScanner

یادگار زمانہ ✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کی سیاسی زندگی

امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانیؒ (ولادت ۵؍جون ۱۹۴۳ء وفات ۳؍اپریل ۲۰۲۱ء) امیر شریعت رابع مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ (۱۹۹۱ء۔۱۹۱۲ء) بن قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ (۱۹۲۷ء۔۱۹۴۶ء) کی شخصیت ہمہ جہت اور خدمات کے اعتبار سے متنوع تھی، ان کی خدمات کا بڑا میدان ملی اور سیاسی تھا، وہ ملی کاموں کو آگے بڑھانے اور مقاصد تک پہونچانے کے لئے سیاست کا سہارا لیتے تھے، ان کے ہاتھ میں ٹیڑھا میڑھا ڈنڈا ہوتا تھا، جب سیدھے سے کام نہیں نکلتا تو وہ ٹیڑھے میڑھے ڈنڈے کا استعمال کرکے بھی کام نکلوانے کی صلاحیت رکھتے تھے، رائٹ ٹو ایجوکیشن کے مسئلے پر وہ مرکزی وزیر قانون کپل سبل سے بھڑ گئے تھے، اور بالآخر کپل سبل کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور مکاتب، گروکل اور پاٹھ شالوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا، اور مسلمانوں کے بنیادی تعلیمی ڈھانچے کا تحفظ ممکن ہوسکا۔

مولانا محمد ولی رحمانیؒ کو سیاست اپنے نامور والد سے ورثہ میں ملی تھی، ان کے والد امیر شریعت رابع انڈپنڈنٹ پارٹی کے ٹکٹ پر کامیاب ہوکر اسمبلی پہونچے تھے، انگریزوں کے عہد حکومت میں مسلم لیگ اور کانگریس کی رسہ کشی کے درمیان ایک نئی پارٹی سے کھڑے ہوکر اسمبلی پہونچنا معمولی کام نہیں تھا، مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے اس غیر معمولی کام کو کر دکھایا، اس زمانہ میں خانقاہ رحمانی مونگیر مجاہدین آزادی کا مرکز بنا ہوا تھا اور ہینڈ بل، پمفلٹ وغیرہ کی طباعت کے لیے وہاں ایک چھوٹی مشین ہوا کرتی تھی، سیاسی لوگوں کی مسلسل آمد و رفت کی وجہ سے خانقاہ میں پروان چڑھ رہے اس بچے کے ذہن و دماغ میں بھی سیاسی رنگ جاگزیں ہوتا رہا، آزادی کے وقت امیر شریعت سابع کی عمر صرف چار سال تھی، یہ عمر شعور کی نہیں ہوتی، لیکن اللہ رب العزت نے جو ہمیں حواس خمسہ ظاہرہ اور حواس خمسہ باطنہ دیا ہے وہ کسی بھی عمر میں ماحول کے اثرات کو قبول کرنے کی پوزیشن میں ہوتا ہے، آزادی کے بعد بھی نقل مکانی اور قتل و غارت گری کا جو سلسلہ شروع ہوا، اس نے اس بچے کے ذہن و شعور کو متاثر کیا، اور اس نے اپنے والد کی سیاسی جد و جہد اور ملی مسائل کے لئے ان کے طریقۂ کار کو قریب سے سمجھا، دیکھا اور سیکھا، مولانا نے محسوس کیا کہ جمہوری ملک میں باعزت زندگی گزارنے کا طریقہ سیاست کی گلیاروں سے ہوکر گذرتا ہے، وہاں رہ کر اپنے اثر و رسوخ سے ملت کے بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور حل کیے جاسکتے ہیں، چنانچہ سیاسی میدان میں اپنے قدم جمانے کے لئے وہ کانگریس پارٹی سے منسلک ہوگئے اور اس پلیٹ فارم سے پوری حساسیت اور سیاسی شعور کے ساتھ کام کرنے لگے، سیاست میں مضبوط حصہ داری اور سرگرم رہنے کی وجہ سے کانگریس کے لیڈران ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔

ایمرجنسی کے رست و خیز سے پہلے ۲؍جولائی ۱۹۷۳ء کو عبدالغفور صاحب کانگریس پارٹی کی طرف سے بہار کے وزیر اعلیٰ بنے، ان کی نگاہ اس بانکے سجیلے جوان پر ٹک گئی، جس نے سیاست کی خار دار وادیوں میں اپنی ایک شناخت بنالی تھی، انہوں نے گورنر کوٹے سے امیر شریعت سابع کو پہلی بار ودھان پریشد پہونچادیا، رام چندر دھون دیا بھنڈارے ۴؍فروری ۱۹۷۳ء کو بہار کے آٹھویں گورنر بن کر آئے تھے، انہوں نے وزیر اعلیٰ کی سفارش کو قبول کرلیا، اور مولانا کو ۸؍مئی ۱۹۷۴ء کو ایم ال سی نامزد کر دیا، اس کے بعد بہار کی سیاست میں بھونچال آیا، ایمرجنسی کے اثرات پڑے، ۱۹۷۷ء کے انتخاب میں مرکز میں اندرا گاندھی کی حکومت ختم ہوئی، راج نرائن نے انہیں رائے بریلی سے شکست فاش دی، جے پرکاش نرائن کنگ میکر بنے، بہار کی عبدالغفور حکومت بھی جے پی اندولن کی بھینٹ چڑھ گئی، مرکزی حکومت نے صدر راج لگا دیا، یہ سب ہوتا رہا، لیکن مولانا نے ۶؍مئی ۱۹۸۰ء تک اپنی میقات مکمل کرلی، اس دوران آپ نے مختلف برسوں میں وزیر اعلیٰ کے طور پر جگن ناتھ مشرا کے دو میقات کو دیکھا، ۱۹۷۷ء کے انتخاب میں جنتا پارٹی برسر اقتدار آئی تو کرپوری ٹھاکر اور ان کے بعد رام سندر داس نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، آپ کا تعلق چونکہ کانگریس پارٹی سے تھا، بلکہ کہنا چاہئے کہ جب کانگریس تقسیم ہوئی اور اندرا گاندھی کی قیادت والی پارٹی کو کانگریس آئی کا نام دیا گیا تو مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کانگریس آئی خیمے میں چلے گئے، جگن ناتھ مشرا کے وزیر اعلیٰ کی تیسری میقات ۱۴؍اگست ۱۹۸۳ء کو ختم ہوئی، اور چندر شیکھر سنگھ جو خود بھی ایم ایل سی رہے تھے، وزیر اعلیٰ کی کرسی پر ۱۴؍اگست ۱۹۸۳ء کو قابض ہوئے تو انہوں نے دوسری بار مولانا محمد ولی رحمانی کو باضابطہ انتخاب کے ذریعے ودھان پریشد تک پہونچایا، یہ میقات ۶؍مئی ۱۹۹۰ء کو اختتام پذیر ہوئی، اور ۷؍مئی ۱۹۹۰ء کو آپ سہ بارہ ایم ایل سی چن لئے گئے، اور ۶؍مئی ۱۹۹۶ء تک ایم ایل سی رہے، اس پوری مدت میں آپ نے کئی وزراء اعلیٰ کا دور دیکھا، چندر شیکھر کے بعد علی الترتیب بندیشوری دوبے، بھگوت جھا آزاد، ستندر نرائن سنگھ، جگن ناتھ مشرا اور لالو پرشاد یادو کے دس سالہ دور اقتدار میں سیاسی اقتدار کو بدلتے دیکھا، لالو پرشاد یادو ۱۰؍مارچ ۱۹۹۰ء کو وزیر اعلیٰ بنے تھے، اور دوسری میقات میں ۲۵؍جولائی ۱۹۹۷ء تک برسر اقتدار رہے، اس کے بعد وزیر اعلیٰ کی کرسی لالو پرشاد یادو کے آنگن میں چلی گئی اور رابڑی دیوی وزیر اعلیٰ بنیں، یہیں سے سیاست میں لالوازم کا دور شروع ہوا، جس کا مطلب یہ ہے کہ کرسی تو بیوی کے پاس ہوتی ہے، استعمال اس کا شوہر کرتا ہے، لالوازم کی وجہ سے ہی بیوی مکھیا، میئر، ڈپٹی میئر، سرپنچ وغیرہ ہوتی ہے اور سارا کام اس کا شوہر کرتا ہے، بلکہ سماج میں بیوی کو کم شوہر کو اس منصب کے حوالہ سے زیادہ جانا جاتا ہے، کیوں کہ بیوی تو نام کی ہوتی ہے، خواتین کے لئے محفوظ سیٹوں کی مجبوری ہوتی ہے، جیت کر تو وہ شوہر کے بل پر ہی آتی ہے۔ اس لئے کرسی آنگن میں ہوتی ہے، اور اقتدار سارا دروازہ پر شوہر کی شکل میں ہوا کرتا ہے۔

مولانا محمد ولی رحمانی کے ایم ایل سی کی مدت لالو پرشاد کے وزیر اعلیٰ رہتے ہوئے ختم ہوگئی، اس کے بعد سے کانگریس برسر اقتدار نہیں آئی اور مولانا اس کے بعد ایم ایل سی نہیں منتخب ہوئے، اپنے ایم ایل سی کے عہد میں دو مرتبہ انہیں ودھان پریشد کے نائب صدر (ڈپٹی چیئر مین) بننے کا بھی موقع ملا، لیکن یہ انتہائی قلیل مدت کے لئے تھا، پہلی بار وہ ۲۹؍جنوری سے ۳۰؍جولائی ۱۹۸۵ء تک صرف چھ ماہ اور دوسری بار ۲۳؍جنوری ۱۹۹۰ء سے ۶؍مئی ۱۹۹۰ء تک تین ماہ سے کچھ زیادہ دن تک ودھان پریشد کے نائب صدر کی حیثیت سے کام کیا۔

ایم ایل سی کی تیسری میقات ختم ہونے کے بعد مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے کو سرگرم عملی سیاست سے دور کرلیا، لیکن ایک طویل عرصہ تک سرگرم سیاسی زندگی میں انہوں نے بہت سارے اتار چڑھاؤ دیکھے، خود بھی نشیب و فراز سے گزرے، اس کی وجہ سے ان کی پکڑ سیاست دانوں پر آخر تک باقی رہی، وہ ایک ماہر سیاست داں کی طرح جانتے تھے کہ سیاسی بساط پر کس "مہرے" کو کیسے پیٹا جاتا ہے، اور کس طرح مہرے سے بساط پر "شاہ" کو اس طرح گھیرا جا سکتا ہے کہ "بادشاہ" کے "شہ" سے نکلنے والے اردگرد کے تمام قریبی خانے مخالف مہروں کی زد پر ہوں اور کوئی صورت "بادشاہ" کے لئے "شہ" سے نکلنے کی باقی نہ رہے تو "بادشاہ" کی "شہ" مات ہو جائے گی، انہیں خوب معلوم تھا کہ "بادشاہ" کو براہ راست نہیں مارا جا سکتا، انہیں بساط کے سارے سولہ مہروں ایک بادشاہ، ایک وزیر، دو فیلے، دو گھوڑے، دو رخ اور پیادوں کا استعمال خوب آتا تھا، کس "پیادے" کو کب کس کام پر لگا دینا ہے اور اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا وہ اپنی سیاسی بصیرت سے تاڑ لیتے تھے اور اس کا استعمال وہ بڑی فن کاری کے ساتھ کیا کرتے تھے اور کبھی ناکام نہیں ہوتے تھے، بلکہ کبھی کبھی تو وہ بعض مہرے کو اس طرح استعمال کر لیتے تھے کہ "بادشاہ" "وزیر" سے مات کھا جاتا تھا، اور "پیدل" "فیل" کو رگڑ دیا کرتا تھا، یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی، فلسفہ کی زبان میں کہیں تو کہنا چاہیے کہ وہ "سیاست مدن" کے جملہ اقسام اور اس کے طریقہ کار سے واقف تھے، اور موقع دیکھ کر سیاسی: بلکہ غیر سیاسی معاملات میں بھی اس کا استعمال فنی مہارت کے ساتھ کیا کرتے تھے، اس مہارت کی وجہ سے غیر سیاسی میدان میں بھی ان کی عظمت کا ڈنکا بجتا تھا اور ماہر سیاست داں بھی ان سے مشورے لیا کرتے تھے۔

وہ بے باک اور جری تھے، سیاسی اور ملی مسائل و معاملات پر جس جرأت اظہار کے وہ مالک تھے وہ خالص سیاسی لوگوں میں تو مفقود ہے ہی، دوسرے شعبۂ حیات سے منسلک لوگوں میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، انہوں نے بابری مسجد انہدام کے بعد برپا ہونے والے فساد پر ایک انٹرویو میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ممبئی بم دھماکہ نے فساد کی اس نئی لہر کو قابو میں کیا، ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا اس میں پاکستان کا ہاتھ ہے تو فرمایا کہ "اگر ہم ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں کاروائی کر سکتے ہیں تو یہ ناممکن نہیں کہ ممبئی حادثہ میں پاکستان کا ہاتھ ہو، دوسروں کے گھروں میں تاک جھانک کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے آنگن پر بھی نگاہ جمائی جاسکتی ہے"۔

ان کے جرأت اظہار کا ایک واقعہ وہ بھی ہے، جب انہوں نے ۲۳؍نومبر ۲۰۱۲ء کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے صد سالہ اجلاس میں وزیر اعلیٰ بہار کو کھری کھری سنائی تھی اور وزیر اعلیٰ منہ دیکھتے رہ گئے تھے، اس بے باکی کا چرچا کافی عرصے تک سیاسی گلیاروں میں رہا، وزیر اعلیٰ کو مدرسہ شمس الہدیٰ کے لئے اس موقع سے جن ترقیاتی منصوبوں کا اعلان کرنے والے تھے، اس سے باز رہے اور خبر گرم تھی کہ مولانا محمد قاسم بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ کو جو ان دنوں مدرسہ کے پرنسپل تھے، سبکدوشی کے بعد دو سال کی مزید مدت کار فراہم کرائی جائے گی وہ بھی نہیں ہوا۔

بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی: بلکہ ۱۵؍اپریل ۲۰۱۸ء کو تاریخی "دین بچاؤ دیش بچاؤ" کانفرنس بھی حضرت رحمہ اللہ کی زیر صدارت ہوا، وزیر اعلیٰ نے اس کانفرنس کے اثرات کو سبوتاژ کرنے کا کام کیا، جتنی بڑی بھیڑ جمع ہوئی تھی اور جو پیغام مسلمانوں کو دیا گیا تھا اس پر شکوک و شبہات کی ایسی لکیر وزیر اعلیٰ نے کھینچی جس کو مٹانے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی اور جس کی تلافی لاکھ وضاحت کے بعد بھی نہیں ہوسکی۔

بھاجپا کی گونگی، بہری سرکار میں بھی مولانا نے ملی مسائل کو حل کرانے کے لئے بڑی جد و جہد کی، امارت شرعیہ، مسلم پرسنل لا بورڈ اور خانقاہ رحمانی (جس کے وہ علی الترتیب امیر شریعت، جنرل سکریٹری اور سجادہ نشین تھے) کی افرادی قوت کو بھی کام پر لگایا، سی اے اے، این آر سی کے مسئلے کو پہلے سے بھانپ لیا، تین طلاق کے لئے خواتین کو سڑکوں پر لائے اور دستخطی مہم چلوائی، بابری مسجد مقدمہ کی کامیاب پیروی میں لگے رہے، لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہوا، سی اے اے، این آر سی قانون بن گیا، اب اس کے لئے ضابطہ بنانے کی مدت میں تیسری بار توسیع ہوئی ہے، تین طلاق کو عدالت نے غیر قانونی اور قابل سزا جرم قرار دے دیا اور بابری مسجد سارے دلائل حق میں ہونے کے باوجود ہاتھ سے نکل گئی اور وہ جو شاعر نے کہا ہے نا۔

بدلتی ہے جب ظالم کی نیت

نہیں کام آتی دلیل اور حجت

وہی ہوا، اس طرح مولانا کی آخری زندگی متواتر ان المناک حادثوں کی وجہ سے انتہائی بے چینی اور کرب میں گزری، بے چینی ملت کی پریشانی اور کرب آنے والے ہندوستان کے نئے خد و خال کی وجہ سے تھی، جس میں ہندتوا آگے بڑھتا جا رہا تھا، مسلمانوں کا موب لنچنگ ہو رہا تھا اور کوئی طریقۂ کار سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سیاسی گلیاروں سے اٹھ رہے اس طوفان بلاخیز کو کس طرح روکا جائے، صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ مولانا دل کے مریض تھے، اس کے باوجود۔ ع

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

کتبہ: مولانا رضوان احمد ندوی

گلاب کے پھول پر شبنم: عشق ومحبت کی یہ داستان بھی عجیب ہے کہ غار ثور میں جس سوراخ پر سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے پاؤں رکھا ہوا تھا اس میں ایک سانپ تھا یا بچھو، اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں مبارک پر کاٹ لیا، جیسے ہی اس نے کاٹا، ابوبکر صدیقؓ کو تکلیف ہوئی اور زہر نے اثر کیا، ادب کی وجہ سے زبان سے کوئی لفظ نہ نکالا، کہیں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آجائے، لیکن درد کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو آگئے اور یہ سعادت بھی اللہ تعالی نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو دینی تھی کہ جب آنسو گرا تو زمین پر نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرا، چہرہ اقدس پر آنسو پڑتے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "مایبکیک یاابابکر" اے ابوبکر تو کیوں روتا ہے؟ رحمۃ للعالمین تو تیری گود میں ہیں، اس حال میں بھی روتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی آنکھوں میں آنسو تھے، بتادیا کہ اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میرا پاؤں اس سوراخ پر تھا کسی موذی چیز نے پاؤں پر کاٹ لیا ہے، جس کے زہر کی وجہ سے آنسو نکل آئے اور آنسو بھی گرے تو کہاں گرے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر گرے، کسی شاعر نے اس پر بھی مضمون باندھ دیا۔

آنسو گرا ہے روئے رسالت مآب پر — قربان ہونے آئی ہے شبنم گلاب پر

سبحان اللہ! حضرت صدیق اکبرؓ کا آنسو شبنم کی مانند اور میرے آقا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار گلاب کے پھول کی مانند، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، ابوبکر! کیوں روتے ہیں؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہے، اس لئے رو رہا ہوں، چنانچہ تاجدار مدینہ، سرور کائنات، فخر موجودات سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک اس زخم کے اوپر لگایا جس کی وجہ سے تکلیف بھی جاتی رہی اور زخم بھی ٹھیک ہوگیا۔

دولت عشق ومحبت سے بچے بھی مالامال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت جس طرح مردوں اور عورتوں میں یکساں تھی اسی طرح بچوں میں بھی بے پناہ تھی۔ چھوٹے بچے بھی شمع رسالت کے پروانے تھے۔ اور قربانی دینے میں بڑوں سے پیچھے نہ رہے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بدر کے میدان میں کھڑے تھے ان کے دائیں اور بائیں طرف انصار کے دو بچے تھے۔ انہیں خیال ہوا اگر میں قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو ضرورت کے وقت ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ اتنے میں ایک بچہ ان کے پاس آیا اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا چچا جان آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں، انہوں نے کہا ہاں، مگر تمہارا کیا مقصد ہے؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گالیاں بکتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک میں جدا نہ ہوں یہاں تک کہ وہ مرجائے یا میں مرجاؤں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بڑے حیران ہوئے، اتنے میں دوسرے بچے نے بھی آکر یہی سوال وجواب دہرائے۔ اتنے میں ابوجہل انہیں نظر آیا، تو انہوں نے بچوں کو نشاندہی کی کہ تمہارا مطلوب وہ سامنے ہے۔ دونوں بچے دوڑتے ہوئے گئے ایک نے گھوڑے کی ٹانگ پر وار کیا جس سے گھوڑا گر گیا اور ابوجہل بھی گر پڑا۔ دوسرے نے ابوجہل پر کاری ضرب لگائی۔ بچے اتنے چھوٹے تھے کہ تلوار بڑی تھی اور ان کا قد چھوٹا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی نے آگے بڑھ کر ابوجہل کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ (بخاری)

(۲) حضرت زید بن حارثہؓ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جارہے تھے، بنوقیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں حضرت زیدؓ بھی تھے اور ان کو مکہ میں لاکر بیچ دیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے لیے خرید لیا۔ جب سیدہ خدیجہؓ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے زید کو نبی کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ زیدؓ کے والد کو ان کی جدائی کا بڑا صدمہ تھا۔ اولاد کی محبت فطری چیز ہوتی ہے، چنانچہ وہ زید کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے۔

چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(1) میں زید کی یاد میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے جو اس کی امید رکھوں یا مردہ ہے کہ اس سے مایوس ہوجاؤں۔ اے زید! اللہ کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہیں نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔

(۲) کاش مجھے یہ معلوم ہوجاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئیگا یا نہیں ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔

(۳) جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زیدؓ ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اس کی یاد ستاتی ہے۔

(۴) اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو بھی اس کی یاد کو بڑھاتی ہیں ہائے میرا غم اور میری فکر کتنی طویل ہوگئی۔

(۵) میں اس کی تلاش میں تیز رفتار اونٹ کو کام میں لاؤں گا اور ساری دنیا کا چکر لگانے سے باز نہیں آؤں گا۔

(۶) چلنے والے اکتاتے ہیں تو اکتائیں، مگر میں نہیں اکتاؤں گا۔ ساری زندگی اس طرح گزاروں گا۔

(۷) ہاں میری موت آگئی تو وہ اور بات ہے کہ وہ ہر چیز کو فنا کرنے والی ہے خواہ ان کی کتنی امیدیں لگائے۔

(۸) میں اپنے رشتے داروں کو وصیت کر جاؤنگا کہ وہ بھی زید کو ڈھونڈتے رہیں۔

غرض یہ اشعار پڑھ کر روتے رہے، اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج پر جانا ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو پہچانا، باپ کی داستان سنائی اور شعر سنائے حضرت زید نے اس کے جواب میں تین شعر لکھ بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں مکہ میں ہوں۔ ان لوگوں نے جاکر زیدؓ کی باتیں ان کے والد کو سنائیں اور اشعار بھی سنائے، پتہ بھی بتایا، ان کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ پہنچے۔ نبی کی خدمت میں عرض کیا ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار آپ لوگ مسجد حرام کے رہنے والے ہیں اور اللہ تعالی کے گھر کے پڑوسی ہیں۔ آپ قیدیوں کو رہا کراتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ فدیہ لے کر اس کو رہا کریں، آپ کا ہم پر احسان ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اتنی سی بات ہے؟ کہنے لگے جی، بس یہی عرض ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بلالو اور پوچھ لو اور اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ کے تمہاری نذر ہے اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرنا چاہتا جو خود نہ جانا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے استحقاق سے زیادہ ہم پر کرم کیا۔ یہ بات بخوشی منظور ہے۔ حضرت زیدؓ بلائے گئے، نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تم ان کو پہچانتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے، اب تم کو اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو رہو اور ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے مقابلے بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں۔ آپ میرے لیے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی، ان دونوں باپ چچا نے سمجھایا کہ زیدؓ آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو، باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلے میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ ہاں! میں نے آپؐ میں ایسی بات دیکھی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی چیز پسند نہیں کرسکتا، نبی علیہ السلام نے جب یہ جواب سنا تو ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔ زیدؓ کے باپ اور چچا یہ منظر دیکھ کر خوش ہوئے اور واپس چلے گئے (تاریخ خمیس)۔

(۳) حضرت سائب بن یزیدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے لڑکپن میں بیمار پڑا، میری خالہ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئی، آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ اس کے بعد آپؐ نے وضو کیا، میں نے جب کچھ پانی بچا ہوا دیکھا تو اسے پی لیا، عجیب بات ہے کہ بچوں میں بھی حصول برکت کا اتنا شوق تھا۔

(۴) ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف لے جارہے تھے کہ آپ نے کچھ بچوں کو ایک جگہ جمع دیکھا، ایک لڑکا ان کے درمیان میں اذان دیتے ہوئے حضرت بلال کی نقل اتار رہا تھا اور دوسرے بچے ہنس رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر سب بچے سہم گئے، نبی علیہ السلام نے بڑے بچے ابومحذورہ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ جب وہ قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی کے بالوں سے اسے پکڑ لیا اور فرمایا کہ مجھے بھی وہی اذان سناؤ جو تم دوسروں کو سنارہے تھے۔ پہلے تو ابومحذورہ نے عذر پیش کرنے کی کوشش کی، مگر جلدی احساس ہوگیا کہ اذان سنا کر جلدی جان چھوٹ جائے گی، جب سناتے سناتے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" پر پہنچے تو دل کی حالت بدل گئی۔ اذان ختم ہونے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا اچھا جاؤ۔ کہنے لگے کہاں جاؤں؟ اب جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے ابومحذورہ وہیں جائے گا۔ اس کے بعد ابومحذورہ نے اپنی پیشانی کے بال عمر بھر نہ کٹوائے۔ تبرک کے طور پر اس یادگار کو قائم رکھا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لڑکپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مامور تھے۔ جب نبی علیہ السلام کہیں جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے۔ پھر آگے آگے عصا لے کر چلتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ کے پاؤں مبارک سے جوتے نکالتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہاتے تو پردہ کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تو بیدار کرتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر جاتے تو بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان کے ساتھ ہوتا اسی لیے وہ نبی علیہ السلام کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

(۶) تین لڑکے نبیؐ کی خدمت میں پیش پیش رہتے اور تینوں کا نام عبداللہ تھا، نبی علیہ السلام ان کی محبت اور وارفتگی کو دیکھتے تو ان کے لیے تہجد کی نماز کے بعد نام لے کر دعائیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں بڑے ہوکر اپنے اپنے فن کے امام بنے۔ عبداللہ بن مسعودؓ امام فقہاء بنے۔ عبداللہ بن عباسؓ امام مفسرین بنے۔ عبداللہ بن عمرؓ امام محدثین بنے۔

(۷) حضرت انس بن مالکؓ کو ان کی والدہ نے بچپن ہی سے نبی کی خدمت کے لیے وقف کردیا تھا۔

(۸) حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کے مستقل خدمت گزار تھے۔ جب بھی سفر درپیش ہوتا تو وہ نبی علیہ السلام کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ)۔

(۹) حضرت ربیعہ اسلمیؓ بھی شب میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر گھر تشریف لے جاتے تو ربیعہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرورت پیش آئے تو خدمت کے لیے حاضر رہوں۔ جب ربیعہ جوان ہوگئے تو نبی علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ شادی کرلیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر آپ کی خدمت میں اتنا وقت نہیں دے سکونگا۔ عرصہ تک اپنی شادی کو ٹالتے رہے جب کہ نبی علیہ السلام پیار سے مشورہ دیتے رہے، بالآخر نبی علیہ السلام کی طبیعت اور انشراح کو دیکھتے ہوئے شادی کرلی۔

(۱۰) حضرت زہرہ بن سعدؓ کو انکی والدہ بچپن سے ہی نبی علیہ السلام کی خدمت میں لائیں کہ عرض کیا کہ اسے بیعت کر لیجئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ابھی تو بچہ ہے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان کو جب بھی دیکھتے محبت کرتے اور دوستی کا اظہار کرتے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ان کو نبی علیہ السلام نے برکت کی دعا دی تھی۔ (عشق رسول، ص:۹۵تا۹۹)

لفظ اللہ کے ادب پر زبیدہ کی مغفرت: زبیدہ خاتون نے نہر زبیدہ بنوا کر بغداد سے عربستان تک پانی پہونچایا، وہ خاتون کم سنی میں اپنی ہم جولیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی، جھولا جھولنے کے دوران اس کا دوپٹہ سر سے سرک گیا، دوپٹہ ابھی اترا ہی تھا کہ اذان کی آواز آئی، اس نیک خاتون نے فی الفور جھولا روکا اور اپنا سر دوپٹے سے ڈھانپا، اس کے بعد زندگی گزار کر وفات پاگئی، ایک رشتہ دار نے خواب میں دیکھا اور پوچھا، زبیدہ! خیریت ہے؟ کہنے لگی! اللہ رب العزت نے میرے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمایا، پھر اس شخص نے خواب میں ہی کہا، آپ نے طویل نہر بنوائی تھی وہی کام آگئی ہوگی، تو زبیدہ نے کہا! نہر تو بنوائی تھی، لیکن وہ میرے مغفرت کا سبب نہ بن سکی، پھر اس سائل نے پوچھا، پھر آپ کی مغفرت کیسے ہوئی؟ اس نے بتایا کہ ایک دن میں جھولا جھول رہی تھی، اس وقت میرے سر پر دوپٹہ نہیں تھا اذان ہونے لگی لفظ اللہ سنتے ہی دوپٹہ میں نے رکھ لیا، تو وہ دوپٹہ جو میں نے اللہ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے سر پر رکھا، میرے اس عمل کو اللہ تعالی کی طرف سے ایسی قبولیت ہوئی کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: تو نے میرے نام کی ایسی تعظیم کی، جا آج ہم بھی تمہیں جنت میں داخل کرتے ہیں، نہر اور دوسرے اعمال کا تو پوچھا ہی نہیں، یہ اللہ تعالی کی خفیہ تدبیر ہوتی ہے۔ (خطبات ذوالفقار:۱۱/۲۳۱)

Scanned with CamScanner

مدارس اسلامیہ اور جدید کاری کا تصور

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اس وقت اسلام مخالف طاقتوں نے اسلام کو کمزور اور بے اثر بنانے کے لیے اسلام کی تقویت کے دو پہلوؤں کو اپنی نقصان رساں کوششوں کا زیادہ نشانہ بنایا ہے۔ایک اسلامی شریعت کے وہ ضوابط جو اسلامی معاشرت کو صالح اور پاک باز رکھنے سے متعلق ہیں،جن میں مرد وعورت دونوں کے معاملات آتے ہیں اور انسانی معاشرت میں درستگی قائم رکھنے کے لیے اللہ کی طرف سے جو ضوابط مقرر کیے گئے ہیں اور جو اجتماعی معاملات وتعلقات نیز مالی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اور فقہی قوانین کے تحت آتے ہیں،ان پر اعتراضات کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

دوسرا پہلو کلام الٰہی قرآن مجید سے مسلمانوں کا جو تعلق ہے،جس کے ذریعہ مسلمان کے دل کو روحانیت اور اپنے پروردگار کے ساتھ بندگی کے تعلق کو مدد ملتی ہے،بلکہ وہ ایک ایسا منبع ومرکز ہے کہ اس سے مسلمان جتنا بندھا رہتا ہے،اتنا ہی اس میں جذبہ دینی اور اخلاقی درستگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے،اس پر حملے کیے جارہے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ علوم دینیہ کی خدمت کرنے والے لوگ ان دونوں پہلوؤں کے سلسلہ میں ضروری صلاحیت پیدا کریں اور اس طرف سے آنے والے خطرات کے مقابلہ کے لیے اپنے طالبان علم کو تیار کریں۔ مغرب کا استعماری ذہن اسلام کو اپنا اصل حریف سمجھتا تھا اور اب بھی یہی سمجھ رہا ہے،بلکہ مغربی ملکوں کے اصحاب اقتدار نے یہ تک اظہار کردیا ہے کہ کمیونسٹ روس کے بعد ہمارا اصل حریف اسلام ہے،لہٰذا ان کو برابر یہ فکر دامن گیر ہے کہ اسلام کی مذہبی خصوصیت کی حفاظت کے لیے مذہبی ادارے جو مسلمانوں میں اسلامی خصوصیات کے تحفظ کا کام کررہے ہیں،کسی طرح ختم کردیے جائیں،خواہ طاقت اور سیاسی ڈپلومیسی کے ذریعہ یا کچھ فرضی الزامات لگا کر ان کی حیثیت کو بے وقعت بلکہ خطرناک قرار دے کر،اس کے لیے مختلف اصطلاحات استعمال کرنے کا طریقہ اختیار کیا گیا اور تقریباً ہر ملک میں یہ کوشش کی جارہی ہے کہ دینی تحفظ کے یہ ادارے ختم ہوجائیں اور دنیا میں من مانی زندگی کی فضا عام ہوجائے اور عملاً دنیا میں یہ دیکھا بھی گیا کہ جن ملکوں میں دینی ادارے ختم کردیے گئے وہاں اسلامیت بھی ختم ہوگئی۔

ترکستان میں میں نے خود دیکھا،جہاں کے سابقہ عہد کے علماء کی تعداد اور کام ایسا زبردست رہ چکا ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں ان کی تصنیف کردہ کتابیں اس وقت بھی پڑھائی جارہی ہیں اور ان سے اسلامی تعلیمات اور احکام کے تحفظ کا کام لیا جارہا ہے، روسی عہد میں مسلمانوں کے دینی مدرسوں کے ختم کردینے کے بعد صرف دو نسلیں گزرنے پر یہ حال ہوگیا تھا کہ بہت سے لوگ نماز روزہ تک کا مطلب سمجھنے سے محروم ہوگئے تھے،حتی کہ اسلام میں عبادت کے لفظ کا جو مطلب ہے،اس تک سے ناواقف ہو گئے تھے،اسلامی عقیدہ سے اور اس کے احکام سے واقف ہونا تو بہت دور کی بات ہے،وہ معمولی دینی باتوں سے بھی واقفیت نہ رکھ سکے تھے،سوائے ان بعض محدود علاقوں کے جہاں خفیہ دینی تعلیم دی جاتی رہی،ان کے علاوہ بقیہ عام علاقوں میں دین سے بالکل ناواقفیت ہوگئی تھی،اگرچہ وہ اس کے باوجود اپنے کو مسلمان کہتے اور لکھتے رہے،اسلام سے ان کا رشتہ صرف یہی رہ گیا تھا کہ وہ اپنے کو مسلمان اور مسلمان نسل کا جانتے تھے،ان کے یہاں اسلام کی باتیں بتانے والے نہیں رہے،اب وہاں آزادی ملنے پر فرق شروع ہوا ہے۔آدمی کی فطرت ہے کہ جو سنتا اور دیکھتا ہے،اس کو اختیار کرتا ہے اور جس بات سے ناواقف ہے اس سے وہ محروم رہتا ہے،ضرورت ہے کہ ان مدارس کی اہمیت کو سمجھا جائے اور ان کو بڑھایا جائے،اور پھیلایا جائے،کم از کم اس کے ابتدائی مرحلہ کو جتنا عام کیا جاسکے عام کیا جائے اور جہاں جہاں دین سے ناواقفیت کے حالات ہیں وہاں کی فکر اور زیادہ کی جائے،نہ کہ ان کو بے ضرورت بتا کر ان کے معاملہ میں مخالفانہ روش اختیار کی جائے۔ ہماری مذہبی علوم کی یہ درس گاہیں ہماری ملت کے فرزندوں کو اسلام کی ان تعلیمات سے بہرہ ور کرتی ہیں جن سے اس امت کی امت ہونے کی صفت برقرار ہے،اس لیے کہ اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے اس دنیا کے ساتھ توحید ورسالت اور آخرت کا عقیدہ قطعی اور لازمی ہے،اس پر یقین اور اس کے مطابق عمل کے بغیر دین اسلام کی بقا نہیں۔جدید تعلیم کے لادینی سانچہ سے گذرے ہوئے بعض دانش ور حضرات ہمارے ان دینی مدارس کو ملت کے لیے غیر ضروری سمجھتے ہیں،ان کے نزدیک دینی تعلیم کی ایسی اہمیت نہیں کہ اس کے لیے علاحدہ سے توجہ کی جائے،کیوں کہ دین ان کے نزدیک صرف چند معمولی باتوں تک محدود ہے اور یہ باتیں بلا خاص نظم وانتظام کے خود بہ خود معلوم ہوسکتی ہیں،ان کا یہ خیال نہایت سطحی خیال ہے،مسلمانوں کی زندگی میں دین اپنی پوری اہمیت رکھتا ہے اور زندگی میں پوری وسعت بھی رکھتا ہے،اس بات کو وہ حضرات نہیں سمجھتے جن کے ذہن کی تشکیل خالص مغربی نظام تعلیم میں ہوئی ہے،وہ مغرب کے لادینی نقطۂ نظر سے ہی سوچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دین کی تعلیم کے لیے اتنے باقاعدہ انتظام کی کوئی ضرورت نہیں،حالانکہ اگر وہ دین کو زندگی میں وسیع مقام نہ دیتے ہوئے اس کو مسلمان کی زندگی کا صرف ایک پہلو ہی مان لیں تو بھی یہ ماننا پڑے گا کہ جس طرح انسانی زندگی کو میڈیکل کالجوں کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کی زندگی کی صحت کے تحفظ کی اہم ضرورت پوری ہوتی رہے اور جس طرح کالجوں کی ضرورت ہے،جن سے زندگی کے ان پہلوؤں کی ضرورت پوری کرنے والے اشخاص پیدا ہوں اور ان کی ضرورت پوری ہوسکے اور جس طرح لا کالجوں کی ضرورت ہے کہ حکومت وقت کے قوانین سے واقفیت رکھنے والے ماہرین پیدا ہوں اور قانونی تحفظ کا انتظام ہو،اسی طرح مذہب کو مسلمانوں کی زندگی کا اگر ایک پہلو ہی تسلیم کرلیا جائے تو بھی ان کو ہمارے دینی مدارس کی اہمیت کو ماننا پڑے گا کہ اس ضرورت کے انتظام کے لیے ان مدارس کی ضرورت ہے،حالانکہ اسلام میں مذہب زندگی کا صرف ایک پہلو ہی نہیں،بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر احکام و تعلیمات رکھتا ہے،جن کے جاننے اور ان پر عمل کیے بغیر ہم زندگی کو اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق نہیں بنا سکتے۔ہماری مذہبی تعلیم کے یہ ادارے جن کو ممتاز علمائے دین اور دین وملت کی صحیح فکر رکھنے والے مسلم دانشوروں نے قائم کیا اور چلا رہے ہیں اور ان سے مذہب اسلام کی حفاظت انجام پارہی ہے،ان کو مسلمانوں کے بدخواہوں کی طرف سے بار بار چیلنج کیا جارہا ہے،اگر ہم اس چیلنج کے خطرہ کو نہیں سمجھ سکیں گے تو ہم بہ حیثیت مسلمان کے ختم ہوجائیں گے اور مغربی قوموں کی صفوں میں ایک ذیلی قوم بن کر رہ جائیں گے،اس لیے ضرورت ہے کہ ہماری ان درس گاہوں کو جو مسلمانوں کی زندگیوں میں دین سے واقفیت پیدا کرنے اور اس سے اپنی وابستگی کو قائم رکھنے کے لیے پاور ہاؤس کی حیثیت سے کام کررہی ہیں اہمیت کی نظر سے دیکھا جائے۔ہمارے ان دینی مدارس پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ان میں تعلیم حاصل کرنے والے زندگی کے دیگر تقاضوں سے صرف نظر کرتے ہیں اور ایسے افراد پیدا کرتے ہیں جو سوائے نماز روزہ کے زندگی کی دوسری ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے،میاں بیوی بچوں کی ضروریات بھی پوری نہیں کرسکتے اور نہ حالات زمانہ کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔لوگوں کا یہ اعتراض ان کی بالکل بے خبری کی وجہ سے ہے،انہوں نے ان مدارس سے حاصل ہونے والی صلاحیتوں کو جاننے کی کوشش نہیں کی،یہ مدارس گرچہ خالص دینی علوم کے لیے قائم کیے جاتے ہیں،لیکن یہ ابتدائی مرحلہ کی تعلیم میں زندگی کے ضروری پہلوؤں کو بھی تعلیم میں جگہ دیتے ہیں اور اوپر کی تعلیم میں بھی زندگی کے ضروری تقاضوں سے حسب استطاعت واقف کرادیتے ہیں۔

خود احتسابی کا فقدان

وصیل خان

ایک اچھا معاشرہ خوش اخلاق،خوش فکر اور صالح انسانوں کے درمیان ہی وجود میں آتا ہے اور اچھا انسان اچھی پرورش اور نگہداشت سے تشکیل پاتا ہے اور ہر انسان کی پرورش اس کے گھر سے شروع ہوتی ہے،اس لئے ہر گھر اور خاندان کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں تعلیم وتہذیب اور تربیت کا ماحول پیدا کرے۔ جس طرح چکی کے دو پاٹ ایک دوسرے سے مل کر ہی اناج پیسنے کے لائق بنتے ہیں اسی طرح والدین باہمی ربط اور تال میل کے ذریعے بچوں کی تربیت کی ذمہ داری صحیح طریقے سے ادا کرسکتے ہیں،ان میں سے کوئی بھی اگر کمزور پڑا تو سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔مرد کی ذمہ داری عموماً گھر کے باہر کی ہوتی ہے وہ محنت ومشقت جھیل کر افراد خانہ کی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے اسباب مہیا کرتا ہے جبکہ عورت کی ذمہ داری گھر کے اندر کی ہوتی ہے، اس کے کاندھوں پر گھریلو ضرورتوں کے ساتھ بچوں کی تربیت کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے۔

اس طرح مرد وعورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیئے ہوتے اور گاڑی کا سارا مدار انہی پہیوں پر ہوتا ہے اگر ان میں ذرا بھی خرابی یا کمزوری آئی تو زندگی کی یہ گاڑی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ایسا بھی نہیں ہونا چاہئے کہ مرد اپنی خارجی مصروفیتوں میں اتنا محو ہوجائے کہ اسے کچھ پتہ ہی نہ چل سکے کہ گھر کے اندر کیا ہورہا ہے اور عورت اپنی داخلی ذمہ داریوں سے انحراف کرتے ہوئے دوسرے غیر ضروری امور کی انجام دہی میں اپنے فرائض سے غافل ہوجائیں اگر ایسا ہوا تو یقیناً زندگی کی گاڑی حادثے کا شکار ہوسکتی ہے اس لئے دونوں کو ہی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔خاتون خانہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بچوں کی درست طور پر پرورش کرے اور ان کے اندر اسلامی تہذیب اور دینی و اخلاقی مزاج پیدا کرے ساتھ ہی ان کے لئے ایسی تعلیم کا انتظام کرے جو انہیں صالح انسان بنانے میں معاون ہو۔چونکہ ماں کی گود بچوں کیلئے اولین درسگاہ ہوتی ہے۔یہاں سے وہ جو بھی سیکھتا اور سمجھتا ہے اور جس نہج پر اس کی پرورش وپرداخت ہوتی ہے اس کا اثر زندگی بھر قائم رہتا ہے اور وہ ہمیشہ اسی فطری تربیت پر قائم رہتا ہے۔اس کو ایک مثال سے سمجھئے،جن بچوں کی دادیاں اور نانیاں بھوت پریت اور چڑیلوں کے قصے سناتی تھیں (بدقسمتی سے اب وہ روایت بھی ٹوٹ چکی ہے) ان کے تعلق سے یہی دیکھا گیا ہے کہ وہ بچے جوانی سے بڑھاپے تک خوف و دہشت کی نفسیات کا شکار رہتے ہیں،اس کے برعکس جن بچوں کو شجاعت وبہادری کے واقعات سنائے جاتے ہیں ان کے اندر ہمت واستقلال پیدا ہوتا ہے اور وہ ساری زندگی نڈر اور بے خوف رہتے ہیں۔

لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ اب ایسا کچھ بھی نہیں ہورہا ہے اور گاڑی کے یہ دونوں پہیئے کمزور ثابت ہورہے ہیں۔ والدین بچوں کی پرورش سے پوری طرح غافل ہوگئے ہیں وہ انہیں نہ تو وقت دے پاتے ہیں نہ ہی ان پر نظر رکھتے ہیں کہ ان کا بچہ کیا پڑھ رہا ہے،کس طرح زندگی گزار رہا ہے،اس کی سرگرمیاں کیا ہیں،کس کس سے مل رہا ہے اور کن لوگوں کے درمیان اٹھتا بیٹھتا ہے،انہیں نہ تو اس کی خبر ہوتی ہے،نہ ہی وہ کوئی خبر رکھنا چاہتے ہیں۔

جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے ہم انسان نہیں جانوروں کا ریوڑ تیار کررہے ہیں ظاہر ہے جانوروں سے اخلاق،ڈسپلن اور پرامن معاشرے کی تشکیل کی توقع ہی فضول ہے اور نئی نسل اپنی تہذیب اور اسلامی مزاج سے نا آشنا اور شریعت سے دور بلکہ بہت دور ہوتی جارہی ہے اور معاشرہ بد سے بدتر ہوتا جارہا ہے اور ہم صرف اور صرف تماشائی بنے ہوئے ہیں۔کیا ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ معاشرے سے یہ خرابیاں دور ہوں اور ہمارا وجود دوسروں کیلئے رحمت ثابت ہو کیا ہمیں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ آج پورے ملک میں ہم بے وزنی کا شکار ہیں اور ہمارے وجود کو بوجھ سمجھا جانے لگا ہے۔ ہماری شناخت ایک جھگڑالو قوم کی بنتی جارہی ہے۔

آج ہماری کم وبیش یہی کیفیت ہے یا بنادی گئی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہم اس کیفیت سے نکلنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔گذشتہ دنوں ہمارے ایک عزیز واشی سے بغرض ملاقات آئے،انہوں نے اپنی بائیک ایک کالونی کی دیوار سے لگادی تبھی کالونی کے واچ مین نے اعتراض کیا کہ یہاں پارکنگ نہ کریں اور بائیک ہٹالیں،انہوں نے کہا کہ بس صرف پانچ منٹ کی مہلت دے دیجئے میں بس ملاقات کرکے جانے والا ہوں،لیکن واچ مین بضد تھا کہ نہیں صاحب یہاں سے بائیک ہٹالیں،آخر وجہ کیا ہے انہوں نے استفسار کیا تو کہنے لگا آپ لوگ بہت جلدی اور ذرا سی بات پر غصہ ہوجاتے ہیں اور پھر گالم گلوچ کے ساتھ مارپیٹ پر اتر آتے ہیں۔کچھ سوچا آپ نے لوگوں کے درمیان ہماری شبیہ کس طرح کی بن گئی ہے یا بنادی گئی ہے اور ہم اس تعلق سے سوچنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کرتے۔

گذشتہ دنوں ایک واقعہ ہمارے ہی سامنے پیش آیا۔ایک پیر صاحب ریلوے اسٹیشن کی بھیڑ میں اپنے محبین کے ساتھ کہیں جارہے تھے،اور وہ ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اس طرح چل رہے تھے کہ دوسرے راہ گیروں کو آنے جانے میں تکلیف ہورہی تھی،ایک صاحب کچھ زیادہ ہی عجلت میں تھے ان سے التجائیہ انداز میں کہنے لگے کہ آپ لوگ ایک طرف ہوکے چلیں اور مجھے نکل جانے دیں میرے پاس کچھ دوائیں ہیں جس کی ایک جاں بہ لب مریض کو سخت ضرورت ہے۔یہ ایک معقول درخواست تھی لیکن وہ لوگوں نے ان سنی کردی وہ بار بار التجا کرتے رہے لیکن انہیں راستہ نہ مل سکا اس کے برعکس وہ لوگ طیش میں آگئے اور اس شخص سے بدتمیزی کرنے لگے،اس نے کہا کہ آپ لوگ داڑھی رکھے ہوئے ہیں اور شریف لوگ ہیں آپ سے ایسی توقع نہیں تھی لیکن وہ لوگ اور بھی بپھر گئے اور یہ کہتے ہوئے گالیاں دینے لگے کہ تم ہماری داڑھی کا مذاق اڑاتے ہو کافر کہیں کے اور پھر اتنا مشتعل ہوئے کہ اسے لہولہان کردیا۔

کیا اسلام نے ہمیں اسی طرز معاشرت کی تعلیم دی ہے،کیا ہمارے اس عمل سے اسلام کی شبیہ اچھی ہوسکتی ہے،اسلام نے ہمیں امن وسلامتی کا امین بنایا ہے لیکن ہم یہ ذمہ داری اپنے کاندھوں سے کیوں اتارے ڈال رہے ہیں۔کیا ہمیں اپنے موجودہ طرز عمل میں کچھ ترمیم کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی،اٹھئے اور اس صورتحال کو بدلنے کیلئے پوری ذمہ داری سے آگے آئیے اور یہ عہد کیجئے کہ اب اپنے بچوں کیلئے وقت نکالیں گے ان پر نظر رکھیں گے اور ان کے اندر دینی مزاج کی تشکیل کریں گے اور اپنے کردار وعمل کی روشنی سے سارے معاشرے کو روشن ومنور کردیں گے۔زمانہ بہت بے چین ومضطرب ہے اس کا مداوا صرف اسلام کے پاس ہے۔

یہ اپنی تنگ ظرفی ہے کہ ہم خود بھی نہیں اپنے
زمانہ اپنا ہوجاتا اگر آغوش وا کرتے

Scanned with CamScanner

اسلام میں عورتوں کا نظامِ تعلیم

مولانا محمد عمر فاروق قاسمی

انسانی تہذیب وتمدن کی پوری تاریخ اور چھٹی صدی سے قبل کی ستم رسیدہ عورت اور غم زدہ صنف نازک کے احوال کا جائزہ لینے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس عورت کا وجود ہی دنیا میں ذلت وشرم اور گناہ کا وجود تھا ایک طرف وہ عورت، جو ماں کی حیثیت سے انسانوں کو جنم دیتی ہے اور بیوی کی حیثیت سے زندگی کے ہر نشیب وفراز میں رفیق کار ہوتی ہے، بے حیثیت تھی۔ اس کو نہ صرف ملکیت وراثت کے حقوق سے محروم کیا جاتا رہا، بلکہ علم جیسی عام شئی کے لیے بھی کلیساؤں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے دروازے بند تھے۔ ائمہ یہود ونصاریٰ کے نزدیک علم تو علم اس کا وجود ہی تسلیم شدہ نہیں تھا، یونان میں گھر والیوں کے لیے نہ علم تھا اور نہ ہی تہذیب وثقافت، ہندو دھرم میں علم تو درکنار وید کا چھونا بھی گوارا نہیں تھا، روم وایران، چین ومصر اور تہذیب وثقافت کے دوسرے علمبرداروں کی صورت حال بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھی یہ تھا تعلیم نسواں کے سلسلے میں اسلام سے قبل کا عالمی منظر نامہ، جب کہ دوسری طرف آج کا یہ عالم ہے کہ عورت تعلیم نسواں کے نام پر اٹھائی جارہی ہے، مگر اس شان سے کہ بداخلاقی اور بدنظمی کا طوفان امنڈ پڑے، وہ شیطانی ایجنٹ بنائی جارہی ہے تاکہ حیوانی خواہشات اور جنسی تسکینات کے حصول کے لئے اس کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کیا جاسکے، حقوق نسواں کا علم اور نعرہ بلند کر کے وہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی ملکہ بنائی جارہی ہے تاکہ گاہے گاہے آنکھ مچولی کا کھیل کھیلا جاسکے اور اگر موقع ملے تو اس کی عزت وآبرو پر ڈاکہ بھی ڈالا جاسکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے حقوق نسواں کے علمبردار جہاں ایک طرف دوسروں پر اپنی تہذیب مسلط کرنے کی بھرپور کوششیں کررہے ہیں، وہیں دوسری طرف انہوں نے اسلام کے صاف وشفاف چہرے کو داغدار کرنے کی مہم چھیڑ رکھی ہے کہ اسلام میں عورتوں کی تعلیم کا کوئی نظم نہیں ہے۔ اسلام تعلیم نسواں کو روادار نہیں، بلکہ جہالت کا علمبردار اور اس کا سرچشمہ ہے۔ جب کہ اسلامی تعلیمات سے واقفیت رکھنے والا غیر جانب دار مورخ، جب اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر کچھ لکھنے کی کوشش کرے گا تو وہ یہ لکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مذکورہ بالا افراط وتفریط کی کھینچا تانی میں، اسلام کا نظام ہی کچھ عجب انقلابانہ اور منفردانہ ہے عورتوں کی عزت اور اس کے حق کا تخیل انسانی دماغ، جس مذہب نے عطا کیا ہے وہ صرف اور صرف اسلام ہے، یہ تمام نعرے صرف اس انقلاب انگیز صدا کی بازگشت ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بلند ہوئی، حقوق نسواں اور تعلیم نسواں اور بیداری اناث کا نعرہ لگانے کی ہمت، جس دین نے عطا کی، وہ صرف اسلام اور اس کا ابدی قانون ہے اور وہ ذات صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جس نے عورتوں کی تعلیم کے تئیں نہ صرف مرد بلکہ خود ان کی ذہنیت کو بھی بدل ڈالا، اور جاہلی تصور کی جگہ ایک صحیح تصور دیا، جس کی بنیاد جذبات پر نہیں، بلکہ خالص عقل اور علم پر تھی۔

تعلیم نسواں کی ضرورت قرآن کی روشنی میں: دستور حیات انسانی اور سرچشمہ ہدایت قرآن کریم نے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ "یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا (سورہ تحریم:6) یعنی اے مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں (خواہ مرد ہوں یا عورت) کو جہنم کی آگ سے بچانے کا طریقہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بچے اور بچیوں کی دینی تربیت کی جائے، ضروری علوم دینیہ سے بچوں اور بچیوں کو آراستہ کیا جائے۔ کیونکہ ایک عورت پر بحیثیت مسلمان واجب ہے کہ نہ صرف اپنے عقائد کو درست رکھے، بلکہ عبادت وریاضت، طہارت ونجاست وغیرہ مسائل سے بھی بخوبی واقف ہو، کیونکہ عورت جب تک دینی علوم سے واقف نہ ہوگی، نہ تو اپنی زندگی دینی تقاضوں کے مطابق کرسکتی ہے اور نہ ہی بچوں کو صحیح تربیت دیکر انہیں جہنم کی آگ سے بچاسکتی ہے۔

تعلیم نسواں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی عالم انسانیت کو جہالت وگمراہی سے نکال کر علم کی روشنی سے روشناس کرانا تھا۔ وہ کیسے عورتوں کی تعلیم پر توجہ نہ دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم نسواں کی اہمیت وضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے نہ صرف "طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة" (ابن ماجہ ص20 الدیلمی) فرمایا، بل کہ باندی تک کی تعلیم وتربیت کی تلقین کی۔

عہد نبوی میں تعلیم نسواں کا رواج: عہد نبوی میں نہ صرف صحابہ، بلکہ صحابیات بھی علم دین سے آراستہ تھیں، جس کا اندازہ حضرت زیاد بن لبید انصاریؓ کے اس قول سے ہوتا ہے، جس وقت سرکار کائنات نے علم دین کے اٹھ جانے کا اندیشہ ظاہر کیا علم دین کیسے اٹھ جائے گا، جب کہ خدا کی قسم، ہم اور ہماری عورتیں اور ہمارے بچے پڑھا کرتے ہیں؟ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عورتوں کو یہ حق اسلام کی طرف سے نہ صرف عطا ہوا تھا، بلکہ اس میں انہوں نے خصوصی دلچسپی بھی لی۔ اس طرح واقعہ سے روشنی ملتی ہے کہ دور نبوت میں صحابیات کے اندر علم حاصل کرنے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور علوم نبویہ سے انہیں خصوصی دلچسپی تھی۔

دور صحابہ میں خواتین مفتیات ومحدثات: عہد نبوت اور دور صحابہ میں مردوں کی طرح عورتیں بھی عالمہ اور فاضلہ تھیں، علوم دینیہ کے تمام شعبوں خصوصاً تفسیر وحدیث، فقہ وفتاویٰ کی تدریسی خدمات میں عورتیں بھی کافی شہرت یافتہ تھیں، جن میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سب سے نمایاں تھیں، حدیث وفرائض، احکام اور حلال وحرام کی معلومات میں اجلہ صحابہ پر فائق تھیں، یہی وجہ ہے کہ وہ فقیہ الامت کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ احادیث کی بکثرت روایت کرنے والے صحابہ میں آپ بھی شمار کی جاتی ہیں۔ کہ کم عمر اور نوخیز ہونے کے باوجود 2210 فرمان رسول کی آپ راویہ ہیں۔ ان کے علاوہ ام المومنین حضرت ام سلمہ بھی فقہ وفتاویٰ کے میدان میں سرچشمہ ہدایت تھیں، صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت آپ سے رجوع کیا کرتی تھی۔ ان کی لڑکی کے بارے میں لکھا ہے کہ "کانت من الفقه نساء اھل زمانھا" (الاستیعاب۔ص756 ج2) جب کہ حضرت ام الدرداءؓ، کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فاضلہ، عاقلہ اور عابدہ کے ساتھ ساتھ زبردست محدثہ اور فقیہہ تھیں ان کے علاوہ حضرت حفصہؓ، ام حبیبہؓ، میمونہؓ، اسماء بنت ابو بکرؓ، فاطمہ بنت جحشؓ، حمنہ بنت جحش، اور زینب بیت جحشؓ یہ وہ صحابیات ہیں، جن کے لئے حیا اور شرم حصول علم کے لئے مانع نہیں ہوا کرتی تھی، بلکہ وہ مسائل، جن کا عمومی حالت میں زبان پر لانا باعث شرم ہے، اور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں بغیر کسی شرم کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا کرتی تھیں۔

علم حدیث اور تابعیات: علوم وفنون کے حصول کا یہ سلسلہ صرف صحابیات تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ بعد کے زمانے میں بھی ایسی خواتین پیدا ہوتی رہیں، جنہوں نے خود پہلے علوم نبوت سے سیرابی حاصل کی اور اس کے بعد درس حدیث کے ذریعہ اپنی تابندہ اور یادگار نقوشیں چھوڑ گئیں، قرون اولیٰ کی خواتین اور تابعیات نے فن حدیث سے ایسی دلچسپی لی کہ کتب حدیث کا کوئی باب اور کوئی فصل، ان کے ذکر سے خالی نہیں، جن تابعیات کو فن حدیث میں بہت اونچا مقام حاصل ہوا، ان کے اسماء گرامی کچھ اس طرح ہیں (۱) امام حسن بصری کی والدہ خیرہؒ (۲) عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ، (۳) صفیہ بنت علیہؒ (۴) رابطہ بنت مسلمؒ (۵) حکیمہ بنت امیہؒ (۶) کبشہ بنت ابوبکرؒ (۷) حبیبہ بنت رفاعہؒ (۸) خیرہ بنت محمدؒ (۹) ام حبابہ بنت حبان بصریہؒ (۱۰) خدیجہ بنت قاضی شہاب الدین وغیرہ۔

خواتین اسلام اور فن قراءت وتفسیر: خواتین اسلام نے نہ صرف علم حدیث اور اس کی خواہش میں اپنی زندگی کے تابناک دور گزارے، بلکہ حفظ قرآن فن قراءت اور فن تفسیر کو بھی اپنی حیات کا اوڑھنا اور بچھونا بنالیا تھا فن تعبیر الرویا کے امام "ابن سیرین" کی ہمشیرہ نے نہ صرف بارہ سال کی عمر میں قرآنی الفاظ کو حفظ کیا، بلکہ معانی ومطالب کے ساتھ ساتھ علم تجوید وقرات میں بھی شہرہ آفاق تھیں، خود محمد بن سیرین کو جب کسی آیت قرآنی میں شبہ ہوتا، تو شاگردوں کو کہتے کہ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ کیسے پڑھا کرتی ہیں؟ امام "زین العابدین" کی والدہ کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ وہ اپنے والد کی لکھی ہوئی تفسیر کتاب الجواہر...... جو چونتیس جلدوں پر مشتمل تھی۔ کو ہمیشہ زبانی یاد رکھتی تھیں (خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات ص60 / از قاضی اطہر مبارک پوری ص65)

خواتین اسلام اور فقہ وفتاویٰ: درس حدیث، قرات وتجوید میں دلچسپی کے ساتھ ان خواتین نے صحابیات کی طرح فقہ وفتاویٰ میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے اور اپنے اپنے دور میں فقیہ ومفتی کی حیثیت سے مشہور ہوئیں، مشہور حنفی فقیہ شیخ علاء الدین کاسائی نے جب تحفۃ الفقہاء کی شرح "البدائع الصنائع" کے نام سے لکھنے کا ارادہ کیا تو فقہا لکھتے ہیں کہ جب ان سے کوئی غلطی ہوتی تو ان کی بیوی "فاطمہ" متنبہ کر کے صحیح کردیا کرتی تھیں وہ اپنے والد اور شوہر کے ساتھ فتویٰ نویسی بھی کیا کرتی تھیں، ان کے بارے میں فقہا نے لکھا ہے کہ "فتاویٰ پر فاطمہ، ان کے والد اور ان کے شوہر تینوں کے دستخط ہوا کرتے تھے" (خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات ص60) ان کے علاوہ امت میں ہزاروں فقیہات ایسی گزری ہیں جن کے فتاوے پر اعتماد کیا جاتا رہا اور اس میں انہیں کافی شہرت بھی ملی۔

دور نبوت میں تعلیم نسواں کا نظام وطریقہ: دور نبوت میں عورتوں کے ذوق شوق اور ان کی خواہش پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ میں ایک دن ان کے لئے خاص کردیا تھا، امام بخاری نے "باب ھل یجعل للنساء یوما علی حدة فی العلم" کے تحت حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت ذکر کی ہے۔ عورتوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ تعلیمی میدان میں مرد ہم عورتوں پر غالب رہتے ہیں، اس لئے آپ ہمارے لئے ایک دن مقرر فرمادیں، اس پر آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا، جس میں آپ ان کو وعظ فرمایا کرتے اور دینی باتوں کا حکم دیا کرتے تھے،، (صحیح بخاری ابواب العلم ص20) اس کے علاوہ جو صحابیات کی آپ کی رشتہ دار تھیں وہ بلاواسطہ آپ سے کسب فیض کیا کرتی تھیں، اور غیر رشتہ دار صحابیات امہات المومنین حضرت عائشہ ام سلمہ اور زینب سے آکر علم دین سیکھتی تھیں جب کہ دوسرا طریقہ ایک تو یہ تھا کہ خود صحابہ کرام بھی اپنے گھروں پر بچے، بچیوں اور بیویوں کو علم دین سے آراستہ اور مزین کیا کرتے تھے۔

بعد کی خواتین اسلام اور تعلیمی طریقہ کار: صحابیات کے بعد تابعیات اور بعد کی خواتین کے تحصیل علم کا طریقہ کار ایک تو یہ تھا کہ وہ خود اپنے وطن میں رہ کر اپنے کسی رشتہ دار یا اپنی محرم یا اپنی ماں، بہن اور دادیوں سے علوم نبوت حاصل کرتیں اور اپنی علمی تشنگی سے سیرابی حاصل کرتیں، جیسے حضرت رابطہؒ اور خیرہؒ نے اپنے والد مسلمؒ اور محمدؒ بن ثابت سے حدیث کا درس لیا، جب امام حسن بصریؒ کی والدہ خیرہ نے اپنی مالکہ حضرت ام سلمہؓ سے اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہؒ نے اپنی بہن ام ہشامؓ سے اور ام الرائح رباب بنت صلیع اور کبشہ بنت ابوبکر نے اپنے چچا سلمان بن عام جہنی اور ابوعمرہ سے حدیث کا سبق سنا، جس طرح حمید بنت عبید بن رفاعہ نے اپنی خالہ کبشہ سے اور حکیم نے اپنی والدہ امیہ سے علم حاصل کیا۔

تحصیل علم کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر: جن خواتین کو گھر پر علمی استفادہ کے لئے کوئی محدث یا کوئی لائق آدمی میسر نہ ہوسکا تو انہوں نے محدثین کرام کی طرح دور دراز ملکوں کے سفر سے بھی گریز نہیں کیا، بلکہ اپنی صنفی حیثیت وصلاحیت کے مطابق غربت وبے وطنی کی زندگی بسر کر کے علمی خزانے کو محفوظ کیا، ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ محدثین کے مقام کا رخ کرتیں، اور وہاں پہنچ کر پردے کے ساتھ شریک درس ہوا کرتیں۔ گویا شرعی حدود سے اس اہم کام میں بھی تجاوز کرنا گوارا نہیں تھا۔ محدثین کرام ان عورتوں کے لئے کسی خاص جگہ کا الگ انتظام کرتے، طلبہ کا نظم الگ ہوتا اور طالبات کی جگہ الگ ہوتی مورخین نے شہر "قردس کے ایک محدث کی درس گاہ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ: خواتین اپنے اسباق ایسے مکانوں سے سنتی تھیں، جو ان کے لئے مخصوص تھے، جو اسباق طلبہ سنتے وہی طالبات بھی سنتی تھیں، (خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات ص35/43) جن محدثات نے علوم نبوت سے سیرابی کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر کیا ان میں ام حسین جمعہؒ بنت احمد نیشاپوری، ام علی تقیہ بنت ابوالفرج بغدادیہؒ، زینب بنت برہان الدین مکیہؒ، زلیخا غزیہؒ، ام احمد فاطمہ بنت نفیس الدین شامیہؒ، مرزویہ خراسانیہؒ، ام محمد زینت بنت احمد المغرۃ الراحلہ اور بخاری شریف کی راویہ کریمہ بنت احمد مرزوریہ کافی مشہور ہیں، جنہوں نے بالترتیب نیشاپور، بغداد، مکہ مکرمہ، مصر، طرابلس، اور دیگر بلاد عجم کا سفر کیا اور سالوں رہ کر محدثین سے استفادہ کیا۔

خواتین اسلام کا تدریسی طریقہ کار: خواتین جس طرح اپنے اساتذہ سے سماعاً قراءتاً اور اجازۃً احادیث کریمہ کی روایت کی اسی طرح دوسروں کو اس کا درس بھی دیا اور روایت کے ہر طریقے کے مطابق ائمہ اور حفاظ حدیث نے ان سے استفادہ کیا، لیکن اس کے باوجود اپنی صنفی تقاضوں سے نہ تو کبھی باہر ہوئیں اور نہ انہوں نے درس وتدریس میں ذمہ دارانہ طور طریقہ اختیار کرنے سے راہ فرار اختیار کیا۔ خاص طور سے حجاب اور پردہ کے بارے میں ان کا رویہ بہت سخت رہا، عاصم بن سلیمان الاحول کا بیان ہے کہ "ہم لوگ حفصہ بنت سیرین... جو ایک بوڑھی معمر خاتون کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنی چادر سنبھال کر چہرے پر ڈال لیا کرتی تھیں (طبقات ابن سعد ص325 ج7) مغرب اقصیٰ کے محدثین کی درسگاہوں میں طلبہ اور طالبات دونوں کا ہجوم ہوتا مگر دونوں کی نشستیں الگ الگ ہوتیں اور محدثات پردے میں ہوا کرتیں، وہاں کی مسجد "الاندلس" جس میں طیب بن کیرانؒ کی صاحبزادی مستقل طور پر درس دیا کرتی تھیں، کے بارے میں راوی کا بیان ہے کہ "وہ مسجد الاندلس میں پردے کے پیچھے سے درس دیا کرتی تھیں، ان کے درس میں عورتیں عصر کے بعد اور مرد نماز ظہر کے بعد حاضر ہوا کرتے تھے" (طبقات ابن سعد ص325 ج7)

Scanned with CamScanner

اخبارِ جہاں

یوکرین کلسٹر بموں کا مؤثر طور پر استعمال کر رہا ہے: امریکہ

امریکہ نے تصدیق کی ہے کہ یوکرین روسی فورسز کے خلاف امریکہ کے فراہم کردہ کلسٹر بموں کا مؤثر طور پر استعمال کر رہا ہے۔ عام شہریوں کے لیے دیر پا نقصان دہ ثابت ہونے والے یہ بم 120 ملکوں میں ممنوع ہیں۔ وائٹ ہاؤس میں قومی سلامتی کے ترجمان جان کربی نے جمعرات کے روز میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ امریکہ کو موصول ہونے والے ابتدائی فیڈ بیک سے پتہ چلتا ہے کہ روسی دفاعی ٹھکانوں اور کارروائیوں کے خلاف کلسٹر بموں کا ''مؤثر'' استعمال ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یوکرینیوں کی جانب سے ہمیں یہ ابتدائی فیڈ بیک ملی ہے کہ وہ ان (کلسٹر بموں) کا استعمال کافی مؤثر طور پر کر رہے ہیں۔ جان کربی نے مزید کہا کہ امریکہ کے فراہم کردہ کلسٹر بموں کے روسی فورسز کی دفاعی تشکیل اور پوزیشن پر اثرات پڑ رہے ہیں۔ یوکرین نے گزشتہ دنوں جب خبردار کیا تھا کہ اس کے پاس موجود ہتھیار ختم ہوتے جا رہے ہیں تو امریکہ اسے یہ ہتھیار فراہم کرنے پر رضامند ہو گیا تھا حالانکہ اس کے حلیف برطانیہ، کینیڈا، نیوزی لینڈ اور اسپین نے ان کے استعمال کی مخالفت کی تھی۔ یوکرین نے بھی اس سلسلے میں یہ وعدہ کیا تھا کہ کلسٹر بموں کا استعمال صرف دشمن روسی فوجیوں کو پیچھے دھکیلنے کے لیے کیا جائے گا۔ امریکی صدر جو بائیڈن نے یوکرین کو کلسٹر بموں کی فراہمی کے فیصلے کو ''انتہائی تکلیف دہ'' قرار دیا تھا۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

کیا عرب ممالک ترک معیشت کو سہارا دے سکیں گے؟

ترک صدر ملک کی لڑکھڑاتی ہوئی معیشت کو سہارا دینے اور سرمایہ کاری کی تلاش میں سعودی عرب پہنچ گئے ہیں۔ وہ قطر اور متحدہ عرب امارات کو بھی ترکی میں تجارت کے نئے مواقع تلاش کرنے کے لیے قائل کریں گے۔ ایک دہائی پر محیط سرد تعلقات کے بعد حال میں ترکی کے سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے ساتھ تعلقات میں گرمجوشی پیدا ہوئی ہے۔ رجب طیب ایردوآن تقریباً 200 تاجروں کے وفد کے ہمراہ جدہ پہنچے ہیں، جہاں وہ شاہ سلمان اور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان سے ملاقات کریں گے۔ صدر ایردوآن کے تین روزہ دورے کے دوران سعودی عرب کے ساتھ ساتھ قطر اور متحدہ عرب امارات میں بھی بزنس فورمز کا اہتمام کیا جائے گا۔ ترک صدر نے کہا ''ہم بہت سے شعبوں میں اپنے تعلقات اور تعاون کو بہتر بنانے کی امید کر رہے ہیں۔ ہم مشترکہ سرمایہ کاری اور تجارتی اقدامات پر توجہ مرکوز کریں گے، جو کہ آنے والے وقت میں مکمل ہوں گے۔'' سرکاری اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ ماہ سالانہ افراط زر کی شرح 38 فیصد رہی، جو اکتوبر میں 85 فیصد کی بلند ترین سطح سے کم تھی۔ دوسری جانب آزاد معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ جون میں افراط زر کی اصل شرح 108 فیصد کے لگ بھگ تھی۔ ترکی کا کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ رواں برس پہلے پانچ مہینوں میں 37.7 بلین ڈالر تک پہنچ چکا ہے اور صدر ایردوآن کو امید ہے کہ تیل اور گیس کی دولت سے مالا مال خلیجی ریاستیں اس خلا کو پر کرنے میں مدد فراہم کریں گی۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

جولائی 2023ء صدی کا گرم ترین مہینہ بننے کے قریب ہے: ناسا

گوڈارڈ انسٹی ٹیوٹ فار اسپیس اسٹڈیز کے ناسا کے اعلیٰ موسمیاتی ماہر گیون شمٹ نے خبردار کیا ہے کہ جولائی 2023 صدی کا گرم ترین مہینہ بننے جا رہا ہے۔ مسلسل گرمی کی لہر کرۂ ارض کے بڑے حصوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے جس سے درجہ حرارت کے کئی ریکارڈ ٹوٹ جائیں گے۔ واشنگٹن میں ناسا کے ہیڈکوارٹر میں موسمیاتی ماہرین، ناسا کے منتظم بل نیلسن اور چیف سائنسدان اور سینئر موسمیاتی مشیر کیٹ کیلون نے عالمی سطح پر رونما ہونے والی بے مثال موسمیاتی تبدیلیوں پر تبادلہ خیال کیا۔ ماہر موسمیات گیون شمٹ نے کہا کہ ہم پوری دنیا میں بے مثال تبدیلیاں دیکھ رہے ہیں۔ امریکہ، یورپ اور چین میں گرمی کی لہر نے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔ ناسا کے ماہر موسمیات کا مزید کہنا تھا کہ یہ تمام اشارے موسمیاتی بحران کی شدت کے بارے میں خدشات کو بڑھا رہے ہیں۔ درجہ حرارت میں اضافہ حیران کن نہیں ہے کیونکہ گزشتہ 4 دہائیوں کے دوران اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ گیون شمٹ نے کہا کہ زمین نے حال ہی میں گرم ترین جون کو بھگتا ہے جس سے 2023 کے مجموعی طور پر گرم ترین سال بننے کے امکانات کے بارے میں خدشات بڑھ گئے۔ انھوں نے امکان ظاہر کیا کہ ممکنہ طور پر 2023 کے آخر تک درجہ حرارت عروج پر ہوگا جس سے 2024 اور بھی گرم ہو جائے گا۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

غیر ملکیوں کیلیے نئی عمرہ پالیسی کا اعلان

سعودی عرب نے غیر ملکیوں کے لیے نئی عمرہ پالیسی کا اعلان کر دیا۔ سعودی وزارت حج و عمرہ کی جانب سے سوشل میڈیا پر جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ سعودی شہری اپنے دوستوں کو عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے وزٹ ویزا پر سعودی عرب بلوا سکیں گے۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ وزٹ ویزا پر آنے والے غیر ملکی شہری ایک مرتبہ یا اس سے زائد بار اینٹری ویزا کی سہولت حاصل کر سکیں گے۔ اس ویزا پر آنے والے غیر ملکی عمرے کی سعادت کے علاوہ مسجد نبوی کی زیارت بھی کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ مختلف شہروں میں تاریخی مقامات اور ثقافتی مراکز کا دورہ بھی کر سکیں گے۔ سعودی وزارت کا کہنا ہے پرسنل وزٹ ویزا پر آنے والے غیر ملکیوں کو سعودی عرب کے تمام شہروں اور علاقوں کو دیکھنے کی بھی اجازت ہوگی۔ (ایجنسیاں)

قرآن کی بے حرمتی پر امریکہ کی مذمت؛ سعودیہ نے سویڈش سفیر کو طلب کیا

قرآن پاک کی بے حرمتی پر سعودی عرب نے شدید مذمت کرتے ہوئے احتجاجاً سویڈن کے سفیر کو طلب کر لیا جب کہ امریکہ نے بھی سویڈن مقدس کتاب کو جلانے کی اجازت دینے پر سویڈن حکومت کی مذمت کی ہے۔ سعودی میڈیا کے مطابق وزارت خارجہ کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ انتہا پسندوں کو قرآن کے نسخوں کو نذر آتش اور بے حرمتی کرنے کی بار بار اجازت دینے کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ (نیوز ایکسپریس)

تعلیم و روزگار

محمد عادل فریدی

سات سالوں میں پیدا ہوں گی 13.5 کروڑ نوکریاں، 7.5 کروڑ لوگ بے روزگار ہو جائیں گے

Artificial Intelligence (مصنوعی ذہانت) کے آنے سے کئی شعبوں میں بڑی تعداد میں بے روزگاری پیدا ہونے کا اندازہ لگایا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ اس کی وجہ سے دنیا بھر میں 7.5 کروڑ لوگوں کو اپنی نوکری سے ہاتھ دھونا پڑے گا، اس شعبے کے ماہرین مانتے ہیں کہ آرٹیفیشل انٹیلیجنس کی وجہ سے نہ صرف وکیلوں، رائٹروں اور فنکاروں کے شعبوں میں کام کی کمی آ سکتی ہے بلکہ اس سے ان سیکٹر میں مزدوروں کی تعداد میں بھی کمی آ سکتی ہے جنہیں زیادہ تکنیکی ماہر مشینوں کی جانب سے آپریٹ کیا جا سکے گا۔ حالانکہ، اسی شعبے کے بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ ایک جزوی سچائی ہے۔ اس معاملے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ آنے والے وقت میں صرف آرٹیفیشل انٹیلی جنس ٹیکنالوجی کی وجہ سے 13.5 کروڑ نئی ملازمتیں پیدا ہوں گی۔ دنیا کی اعلیٰ کمپنیوں میں مصنوعی ذہانت کی ٹیکنالوجی کے ماہر نوجوان پیشہ ور افراد کی بہت زیادہ کمی ہوگی۔ یہ کمی 8.5 کروڑ نوجوانوں کی ہو سکتی ہے جسے پورا کرنا بہت مشکل ہے۔ ماہرین کی صلاح ہے کہ آنے والے اس موقع کا فائدہ اٹھانے کے لیے نوجوانوں کو ابھی سے تکنیکی ماہر ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہندوستان جیسے ممالک کے لیے یہ ایک سنہرا موقع ہو سکتا ہے جہاں نوجوانوں کی بڑی آبادی ہے۔ (ایجنسی)

UPSC کے مختلف عہدوں کے لیے امتحان کا شیڈول جاری

UPSC (یونین پبلک سروس کمیشن) نے بہت ساری آسامیوں کے لئے یو پی ایس سی بھرتی امتحان 2023 کی تاریخیں جاری کر دی ہیں۔ جن لوگوں نے ان امتحانات کے لیے درخواست دی ہے تو وہ یو پی ایس سی کی آفیشل ویب سائٹ upsc.gov.in سے ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ، آپ امتحان کا مکمل شیڈول بھی دیکھ سکتے ہیں۔ سرکاری نوٹس کے مطابق، ڈرگس کنٹرول ڈیپارٹمنٹ میں ڈرگ انسپکٹر، جی این سی ٹی ڈی بھرتی کا امتحان 19 اگست 2023 کو صبح 9.30 بجے سے 11.30 بجے تک سنگل شفٹ میں لیا جائے گا۔ امتحان میں متعدد انتخابی جوابات کے ساتھ معروضی قسم کے سوالات ہوں گے۔ سی پی ڈبلیو ڈی میں اسسٹنٹ آرکیٹیکٹ کے لیے بھرتی کا امتحان 19 اگست کو دوپہر 2 بجے سے شام 4 بجے تک لیا جائے گا۔ امتحان ایک آف لائن قلم اور کاغذ پرمبنی امتحان ہوگا۔ وزارت محنت اور روزگار کے تحت ای پی ایف او میں جونیئر ٹرانسلیٹر آفیسر اور ESIC میں جونیئر ٹرانسلیٹر آفیسر کے لیے بھرتی کا امتحان UPSC کے ذریعے 20 اگست 2023 کو دوپہر 2 بجے سے شام 4 بجے تک ایک ہی شفٹ میں لیا جائے گا۔ اے ایل سی (سنٹرل)، اے ڈبلیو سی (مرکزی)، اے ایل ڈبلیو سی (مرکزی)، اسسٹنٹ ڈائریکٹر، وزارت محنت و روزگار کے عہدوں والے سی ایل ایس کے جونیئر ٹائم اسکیل گریڈ کے لیے مشترکہ بھرتی امتحان 20 اگست 2023 کو صبح 9.30 بجے سے 11.30 بجے تک منعقد کیے جائیں گے۔

مرکزی حکومت نے چاول کی برآمد پر پابندی عائد کی، رواں ماہ چاول کی قیمتوں میں 10 سے 20 فیصد اضافہ

حکومت ہند نے چاول کی برآمد کے حوالے سے سخت فیصلہ لیا ہے، حکومت نے باسمتی چاول کے علاوہ ہر قسم کے کچے چاول کی برآمد پر پابندی عائد کر دی ہے۔ یہ فیصلہ ملکی مانگ میں اضافے اور آئندہ تہوار کے موسم کے دوران خوردہ قیمتوں پر کنٹرول کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ وزارت خوراک کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ باسمتی چاول اور اسنا چاول کی تمام اقسام کی برآمدی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ صرف نان باسمتی کچے چاول کی برآمد پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ حالانکہ بھارت سے باسمتی چاول بڑے پیمانے پر برآمد کیا جاتا ہے، حکومت نے غیر باسمتی سفید چاول کی برآمد پر پابندی لگا کر مقامی مارکیٹ میں بڑھتی ہوئی قیمتوں کو روکنے کا فیصلہ کیا ہے۔ رواں ماہ چاول کی قیمتوں میں 10 سے 20 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ تاہم چند شرائط کے ساتھ چاول کی برآمد کی اجازت ہوگی، اگر نوٹیفکیشن سے پہلے بحری جہازوں میں چاول کی لوڈنگ شروع ہو گئی ہے تو اس کی برآمد کی اجازت ہوگی، اس کے علاوہ ان صورتوں میں بھی چاول کی برآمد کی اجازت ہوگی جہاں حکومت نے دیگر ممالک کو اس کی اجازت دی ہے۔ حکومت نے ان ممالک کی غذائی تحفظ کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ایسی اجازت دی ہے، ملک میں گزشتہ چند سالوں میں کھانے پینے کی قیمتوں میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ گندم، چاول، دودھ اور سبزیوں کی قیمتوں میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ ان 5 ممالک میں سب سے زیادہ برآمد کرنے والے ملک سے برآمد ہونے والے کل چاولوں میں غیر باسمتی سفید چاول کا حصہ تقریباً 25 فیصد ہے۔ ہندوستان سے غیر باسمتی سفید چاول کی کل برآمد 2022-23 میں 2.4 ملین امریکی ڈالر تھی جو پچھلے مالی سال یعنی 2021-22 میں 2.62 ملین امریکی ڈالر تھی۔ ہندوستان سب سے زیادہ غیر باسمتی سفید چاول تھائی لینڈ، اٹلی، اسپین، سری لنکا اور امریکہ کو برآمد کرتا ہے۔ رواں مالی سال کی پہلی سہ ماہی میں تقریباً 15.54 لاکھ ٹن سفید چاول برآمد کیے گئے ہیں، جو کہ ایک سال پہلے کی مدت میں صرف 11.55 لاکھ ٹن تھے، یعنی سال بہ سال کی بنیاد پر، اس میں اضافہ ہوا ہے۔ رواں مالی سال کی پہلی سہ ماہی میں برآمدات میں 35 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ دھان کی بوائی میں کمی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ملک کا کچھ حصہ سیلاب کی وجہ سے ڈوب رہا ہے۔ لیکن کچھ ریاستیں ایسی ہیں جہاں اوسط سے کم بارش ہو رہی ہے۔ خاص طور پر ان ریاستوں میں جہاں دھان سب سے زیادہ اگایا جاتا ہے وہاں بارش کم ہو رہی ہے۔ مغربی بنگال، مہاراشٹرا اور کرناٹک جیسی ریاستوں میں دھان کم بویا گیا ہے۔ جبکہ مغربی بنگال دھان پیدا کرنے والی ایک بڑی ریاست ہے۔ بھارت دنیا میں چاول برآمد کرنے والا دوسرا بڑا ملک ہے، گزشتہ سال ستمبر میں حکومت نے ٹوٹے ہوئے چاول کی برآمد پر پابندی عائد کر دی تھی۔ اس کے علاوہ چاول کی کئی اقسام کی برآمد پر 20 فیصد تک ڈیوٹی عائد کر دی گئی۔ دنیا کے چاول کی برآمدات میں بھارت کا حصہ 40% سے زیادہ ہے، جو کہ 2022 میں 55.4 ملین میٹرک ٹن تھی۔ بھارت کی چاول کی ترسیل 2022 میں ریکارڈ 22.2 ملین ٹن تک پہنچ گئی، جو کہ دنیا کے اگلے چار بڑے اناج برآمد کنندگان - تھائی لینڈ، پاکستان اور متحدہ ریاستوں کی مشترکہ ترسیل سے زیادہ ہے۔

Scanned with CamScanner

صالح معاشرہ کی تشکیل صالح افراد سے ہوتی ہے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

سمستی پور ضلع کے مختلف مواضعات میں امارت شرعیہ کا دورۂ وفد بحسن وخوبی اختتام پذیر

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہدایت پر جناب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کی قیادت میں امارت شرعیہ کے علماء کرام کے ایک موقر وفد نے ضلع سمستی پور کے مختلف مواضعات کا اصلاحی ودعوتی دورہ کیا۔اس وفد میں امارت شرعیہ کے معاون قاضی شریعت مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی صاحب،مولانا مفتی امان اللہ قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء سمستی پور، بردونی، ووارث نگر،مولانا سید محمد عادل فریدی کارکن دفتر نظامت امارت شرعیہ،مولانا رحمت اللہ عارفی ندوی استاذ مدرسہ شمس العلوم کاشی پور،مولانا عبدالقادر رحمانی اور مولانا جمیل اختر فیضی صاحب مبلغین امارت شرعیہ شریک تھے۔اس وفد نے مورخہ 15 تا 17 جولائی کو بھنگاماں، چک بہاء الدین،موہن پور،بھرو پور،مصطفیٰ پور اور مہنیا اور رحیم پور رودولی میں منعقد اجلاس عام میں شرکت کی اور امارت شرعیہ کا پیغام سنایا۔

پروگراموں سے خطاب کرتے ہوئے قائد وفد مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ صاحب قاسمی نے دینی تعلیم کی اہمیت و ضرورت کو تفصیل سے بیان کیا۔انہوں نے پیغام دیا کہ جس طرح سے ہر شخص اپنے بچوں کی بنیادی ضرورتوں کی فکر کرتا ہے اور اس کو اپنے لیے لازم سمجھتا ہے،اسی طرح اپنے بچوں کی تعلیم کی بھی فکر کرے اور اسے بھی اپنی بنیادی ضرورت سمجھے۔آپ نے لوگوں کو اتحاد واتفاق کے ساتھ کلمہ کی بنیاد پر متحد رہنے کی دعوت دی۔آپ نے تلک جہیز، نشہ ودیگر سماجی برائیوں کی شناعت بیان کرتے ہوئے ان سے بچنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ ایک صالح معاشرہ تبھی تشکیل پاتا ہے جب کہ اس کے افراد اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری اور برائیوں سے بچ کر زندگی گزاریں ۔کیوں کہ صالح معاشرہ کی تشکیل صالح افراد سے ہوتی ہے۔

معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ مولانا مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی صاحب نے اپنے پیغام میں امارت شرعیہ کی خدمات کا تعارف کرایا اور امارت شرعیہ کے پیغامات کو تفصیل سے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ کا پہلا پیغام یہ ہے کہ ہر مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کرے،اس کے ساتھ ہی ایک امیر کی اطاعت کے ساتھ اپنی اجتماعی وانفرادی زندگی گزارے۔انہوں نے کہا کہ امیر کی اطاعت دراصل اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔انہوں نے بتایا کہ امارت شرعیہ ہمارے دین اور ایمان کا اہم حصہ ہے،اسلام کے جماعتی نظام کی عملی شکل ہے۔انہوں نے تمام شعبہ جات امارت شرعیہ کا تعارف کراتے ہوئے ان کے ذریعہ انجام دی جا رہی خدمات کی تفصیل بیان کی۔مولانا رحمت اللہ عارفی ندوی صاحب نے اپنے خطاب میں شریعت پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ شریعت جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے،اس کی بنیاد قرآن وحدیث ہے،اس لیے کسی کو اختیار نہیں کہ وہ شریعت میں کسی قسم کی تبدیلی کرے،نیز تعلیم کی اہمیت وحیثیت کو بھی تفصیل سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ یوں تو ہر مذہب نے تعلیم کو اہمیت نے دی ہے،لیکن جو اہمیت اسلام میں تعلیم کی ہے وہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔اللہ نے اس مذہب کی بنیاد ہی علم پر رکھا ہے اور تعلیم کے حکم کے ساتھ اسلامی احکام کی شروعات کی۔قاضی شریعت بردونی، وارث نگر وسمستی پور مولانا امان اللہ قاسمی صاحب نے اپنے خطاب میں دار القضاء امارت شرعیہ کی ضرورت واہمیت کو تفصیل سے بیان کیا،انہوں نے دار القضاء کے فوائد بیان کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ کے دار القضاء سے کم وقت میں اور کم خرچ میں قرآن وحدیث کے مطابق اپنے تنازعات کا فیصلہ کرا سکتے ہیں۔مولانا محمد عادل فریدی صاحب نے اپنے بیان میں اتحاد واتفاق کی اہمیت، تعلیم کی ضرورت اور امارت شرعیہ کے شعبہ تعلیمات سے کیے جا رہے کاموں کو تفصیل سے لوگوں کے سامنے رکھا۔انہوں نے امارت شرعیہ کے ذریعہ ہر بستی میں چلائے جا رہے خود کفیل نظام مکاتب پر بھی روشنی ڈالی اور لوگوں کو ترغیب دی کہ اپنی اپنی بستیوں میں بنیادی دینی تعلیم کے مکاتب قائم کریں،ساتھ ہی یونیفارم سول کوڈ کو تفصیل سے سمجھایا اور اس کے نقصانات کو بتاتے ہوئے شرعی احکام کی مصلحتوں اور اس کی حکمتوں کو بیان کیا اور کہا کہ دنیا کا کوئی بھی قانون شریعت اسلامی سے بہتر نہیں ہوسکتا،اس لیے شریعت کے معاملہ میں کسی شک وشبہ اور کنفیوزن میں نہ پڑیں اور نہ کسی کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوں،پوری مضبوطی کے ساتھ شریعت پر عمل کریں اور لاکمیشن کو یونیفارم سول کوڈ کے خلاف اپنی رائے ضرور بھیجیں۔ان سبھی پروگراموں کی نظامت مولانا عبدالقادر رحمانی مبلغ امارت شرعیہ نے کی۔انہوں نے اپنی تمہیدی گفتگو میں امارت شرعیہ کے جملہ شعبہ جات کا تعارف کراتے ہوئے وفد کے اغراض ومقاصد کو بیان کیا۔ جبکہ انتظامی امور کی انجام دہی میں مولانا جمیل اختر صاحب مبلغ امارت شرعیہ پیش پیش رہے۔ہر جگہ مقامی لوگوں نے بڑھ چڑھ کر وفد کا استقبال کیا اور بھر پور معاونت کی۔مقامی لوگوں میں موہن پور سے ماسٹر حیدر امام غزالی، جناب شبو صاحب،عالم گیر صاحب، پرویز صاحب، حافظ راشد صاحب خالی ولی صاحب وغیرہ،بھرو پور سے ماسٹر مجیب الرحمٰن،ابرار صاحب ،ماسٹر مجاہد،عطاء الرحمٰن ،حافظ اسامہ،سجاد صاحب،تنویر احمد وغیرہ،مہنیا میں مکھیا انتخاب صاحب،داؤد صاحب،اسعد صاحب وغیرہ، چک بہاء الدین سے مولانا معین الدین، حافظ سکندر اعظم، جناب مدثر صاحب، افتخار احمد فریدی عرف سونو صاحب،عرفان صاحب،خطیب فریدی صاحب،ادیب کوکب فریدی صاحب، بختاور سلیمان صاحب،مسرور اختر فریدی ، ریاض احمد فریدی، ریاض احمد عرف راجو،انظار احمد،مرغوب الحسن قاسمی،حمادالدین فریدی،حسن عاقل فریدی صاحب،اعظم بشر،سیف الحق عرف شبن،علی اصغر فریدی، ماسٹر شکیل صاحب،علی اشرف فریدی وغیرہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔وفد کا یہ اصلاحی ودعوتی دورہ 17 جولائی کو رحیم پور رودولی میں منعقد اجلاس عام کے ساتھ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔اس سے قبل اس وفد نے میر غیاث چک تاج پور، شاہ پور بگھونی ،نواب ٹولہ بھیرو کھرا، چک اشرف، خالص پور، مسری گھراڑی، ساتن پور، رحیم ٹولہ چاند چوڑ،صلحہ بربٹہ اور مبیش پٹی میں منعقد اجلاس عام میں بھی شرکت کی اور امارت شرعیہ کا پیغام پہونچایا،وفد کے علماء کرام نے کئی مقامات پر خواتین کے خصوصی اجتماعات میں بھی شرکت کی اور اصلاح معاشرہ کے مختلف موضوعات پر خطاب کے ساتھ ساتھ یونیفارم سول کوڈ کے موضوع پر بھی گفتگو کی اور خواتین کو بھی بڑی تعداد میں لاکمیشن کو میل بھیجنے پر آمادہ کیا اور انہیں میل بھیجنے کا طریقہ بھی سمجھایا۔

مسلمان تلک جہیز اور بارات جیسے غیر اسلامی رسم ورواج کا خاتمہ کریں: احمد حسین قاسمی

مغربی چمپارن کے مختلف بلاکوں میں جاری امارت شرعیہ کا 10 روزہ دعوتی واصلاحی پروگرام اختتام پذیر

امارت شرعیہ بہار، اڈیسہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ،ملت اسلامیہ ہندیہ کے اجتماعی نظام کی ایک زندہ وشاندار علامت ہے،مسلمانوں کا ہر فرد امارت شرعیہ کی ایک اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے،اس ادارہ کی تاریخ اپنی گوناگوں ملی خدمات کی وجہ سے روشن ہے، جب بھی انسانوں کو یا ملت اسلامیہ کو کوئی ضرورت پڑی،اس تنظیم نے ہر موقع پر تعاون کا ہاتھ بڑھایا ہے،دین وشریعت کی حفاظت ،اسلامی احکام کی تنفیذ اور اصلاح معاشرہ میں اس کا اہم کردار رہا ہے۔

یہ ادارہ اج بھی موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی امارت وسرپرستی میں ماضی کی طرح ملت کی سربلندی اور شریعت کے تحفظ کے لیے ہر دم مستعد اور تیار ہے، مذکورہ باتیں امارت شرعیہ کے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نے اصلاحی وفد کے پروگرام کے موقع پر اپنے آخری خطاب میں کہیں،موصوف نے مسلمانوں کے ایک جم غفیر سے تعلیم ،اتحاد امت، اصلاح معاشرہ اور موجودہ وقت میں مسلمانوں کی ذمہ داریوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی،اور اصلاح معاشرہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مہمان مکرم نے تلک جہیز بارات کو سماج کے لیے ناسور بتایا اور لوگوں کو ان جیسے کاموں سے بچنے کی تلقین کی۔

مغربی چمپارن کے پیراسی، مدھوبنی، بگہا ایک اور بگہا دو کے مختلف مسلم مواضعات میں امارت شرعیہ کا گزشتہ 11 جولائی سے جاری دعوتی واصلاحی پروگرام آج والمیکی نگر بگہا کی جامع مسجد میں بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوگیا۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی،اس وفد میں شریک دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے استاذ حدیث مولانا مفتی محمد ارشد قاسمی صاحب نے دینی تعلیم کے موضوع پر مسلمانوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا اور کہا کہ کامیابی کی ساری منزلیں تعلیم کی شاہراہ سے ہو کر گزرتی ہیں۔دوسری طرف مغربی چمپارن کے قاضی شریعت مولانا محمد اشتیاق قاسمی صاحب نے دارالقضاء کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے،میاں بیوی کے حقوق، وراثت، نکاح،طریقہ طلاق اور ایک مسلم خاندان کی خصوصیات کو تفصیل سے بیان کیا۔جبکہ جلسے کی نظامت کے فرائض جناب مولانا اسعد اللہ نیموی نے انجام دیے۔

وہیں پروگرام میں موجود جناب مولانا سمیع اللہ قاسمی سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ بگہا اور منتظم جلسہ جناب مولانا نثار احمد قاسمی نائب سکریٹری تنظیم امارت شرعیہ بگہا نے مہمانان کرام کا استقبال کیا۔اس پروگرام کو ترتیب دینے اور کامیاب بنانے میں امارت شرعیہ کے مبلغین جناب مولانا نوشاد عالم مظاہری اور مولانا اسعد اللہ نیموی کے علاوہ مقامی ذمہ داران نے اپنی مخلصانہ خدمات پیش کیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ایک اہم اپیل

یونیفارم سول کوڈ دین اور دستور دونوں کے خلاف ہے،اس لیے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس کی مخالفت کا فیصلہ کیا ہے اور تمام مسلمانان ہند اور ملک کے انصاف پسند باشندوں سے اس بات کی اپیل کی ہے کہ وہ لاء کمیشن آف انڈیا کو یونیفارم سول کوڈ کی مخالفت میں اپنی رائے بھیجیں،لاء کمیشن آف انڈیا نے جواب بھیجنے کی مدت میں توسیع کی ہے اور اب 28 / جولائی 2023 آخری تاریخ متعین کی گئی ہے،لاء کمیشن آف انڈیا نے اس مرتبہ ای میل کے علاوہ خطوط کے ذریعہ بھی رائے بھیجنے کی بات کہی ہے،اس لیے جو حضرات ای میل نہیں کر سکتے ہیں وہ خطوط کے ذریعہ ضرور جواب بھیجیں،آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے لوگوں کی سہولت کے لیے یہ بات طے کی ہے کہ ہر علاقے سے خطوط جمع کر کے بورڈ کے دفتر بھیج دیے جائیں اور وہاں سے لاء کمیشن آف انڈیا میں خطوط جمع کرا دیے جائیں گے۔ہر علاقے سے رائے بھیجنے اور بھجوانے کا اہتمام کرنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ خطوط اس سلسلے میں بھیجنا مناسب ہوگا۔ہر علاقے کے علماء، ائمہ، سماجی کارکنان اور مختلف تنظیموں سے جڑے ہوئے افراد سے گذارش ہے کہ اس سلسلے میں پوری توجہ دیں،اس بات کا اعادہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کسی بھی قسم کا عوامی احتجاج،شور وہنگامہ اور بڑے جلسہ جلوس سے اجتناب ضروری ہے،ابھی ہمیں صرف لاء کمیشن آف انڈیا کو جواب بھیجنے کے سلسلے میں توجہ دینی چاہیے۔مجھے امید ہے کہ اس درخواست پر فوری توجہ دی جائے گی۔

حضرت مولانا (محمد فضل الرحیم مجددی)
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

امارت پبلک اسکول امارت شرعیہ کے لیے

ضرورت اساتذہ کرام (برائے عربی زبان)

حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ذریعہ چلائے جا رہے اسکولوں میں عربی زبان پڑھانے کے لیے مستند اداروں سے سند یافتہ عالم کی ضرورت ہے جو عربی زبان پڑھانے پر دسترس رکھتے ہوں اور امارت شرعیہ کی فکر اور مزاج سے ہم آہنگ ہوں۔خواہش مند امیدوار اپنا بایوڈاٹا اور اسناد کی فوٹو کاپی ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر ارسال کر دیں۔اور ساتھ ہی ای میل کے ذریعہ بھی مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر بھیج دیں۔ساتھ ہی حضرت امیر شریعت کے نام ایک درخواست بھی منسلک کر دیں۔انٹرویو کی تاریخ سے آپ کو بذریعہ فون مطلع کر دیا جائے گا۔مزید معلومات کے لیے فون نمبر 9472077527 پر رابطہ کریں۔

ڈاک کا پتہ: ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار۔801505

ای میل آئی ڈی: nazimimaratshariah@gmail.com

Scanned with CamScanner

گذشتہ سے پیوستہ

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: مٹی کے کمرے سے دنیا کی دوسری بڑی مسجد تک

سنہ 707ء (88 ہجری) میں مدینہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیز نے بنوامیہ کے خلیفہ ولید ابن العبدالمالک کے احکام پر مسجد کا احاطہ بڑھا کر اسے 6440 مربع میٹر تک لے گئے۔ انھوں نے چار مینار بنوائے اور ایک محراب بنوائی۔ داخلی ستونوں کو سنگِ مرمر اور سونے کے کام سے سجایا گیا اور ان کی تعداد 232 تک پہنچ گئی۔ عباسی خلیفہ المہدی نے 161-165 ہجری میں مسجد میں کام کروایا جس کے بعد اس کا رقبہ 8890 مربع میٹر ہوگیا اور اس میں 60 کھڑکیاں اور 24 دروازے لگائے گئے۔ سنہ 1257ء (654 ہجری) میں جب مسجد کو آگ لگادی گئی تھی تو خلیفہ المعتصم نے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کی ٹھانی مگر 656 ہجری میں بغداد پر تاتاریوں کے حملے کے باعث وہ یہ کام نہ کر سکے۔ مملوک دور میں اس کی تعمیر نو کی گئی جنھوں نے چار مرکزی دروازوں کو چھوڑ کر باقی تمام دروازوں کو پیتل کی نقاشی سے بند کردیا۔ عثمانیہ دور میں سلطان سلیمان نے گنبد کی مرمت کروائی اور 974 ہجری میں سونے کا پانی چڑھا ہوا تانبے کا بنا نیا ہلال نصب کیا۔ اس سے قبل ممالک دور میں مینار اور گنبد پر ہلال لگانا شروع کیا گیا تھا۔ سنہ 1228 ہجری میں سلطان محمود کے دور میں گنبد کو سبز رنگ دیا گیا تھا جو کہ آج تک اسی رنگ کا ہے۔ سلطان عبدالماجد نے اس وقت مسجد کی توسیع کروائی جب 1277 ہجری میں اس میں دڑاڑیں پڑ گئی تھیں اور اس توسیع کے بعد مسجد کا رقبہ 10303 مربع میٹر ہوگیا۔ خبررساں ادارے الجزیرہ کے مطابق پانچ نئے دروازے شامل کیے گئے اور دیواروں کی اونچائی بڑھا کر 11 میٹر کردی گئی۔ 170 چھوٹے گنبد لگائے گئے، 600 تیل کے لیمپ بھی شامل کیے گئے۔ تاریخ دان سلطان غالب الکویتی کے مطابق سنہ 1909 (1327 ہجری) میں مسجدِ نبوی جزیرہ نما عرب میں وہ پہلا مقام تھی جہاں بجلی لگائی گئی۔ سعودی دور میں آ ئیں تو شاہ عبدالعزیز السعود نے 1950 میں مسجد کا احاطہ بڑھا کر 16327 مرتب میٹر تک لے گئے، جس میں 706 ستون اور 170 گنبد تھے۔ ترجمان الحتاب کے مطابق اسی دور میں مسجد میں بجلی کی رسد ایک خصوصی سٹیشن سے آنے لگی اور لیمپوں کی تعداد 2427 ہوگئی۔ عرب نیوز کے مطابق 1973 میں شاہ فیصل نے مسجد کے مغرب میں 35000 مربع میٹر کو مسجد کے لیے مختص کردیا، اور اس سارے حصے میں پنکھے اور سپیکر نصف کیے گئے اور چھتریاں بھی لگائی گئیں۔ سنہ 1398 ہجری میں شاہ خالد بن عبدالعزیز کے توسیع کے بعد شاہ فہد نے 1405 سے 1414 ہجری کے دوران ایک اور توسیعی منصوبہ شروع کیا۔ داخلی گزرگاہیں وسیع کی گئیں جبکہ برقی سیڑھیاں بنائی گئیں جس کے بعد حرم کے دروازوں اور داخلی گزرگاہوں کی کل تعداد 85 ہوگئی۔ خوبصورت تزئین و آرائش والے گنبد، چار مینار اور 13 دروازے اس کے علاوہ تھے۔ سب سے بڑے توسیعی منصوبے کی شاہ عبداللہ مرحوم نے 2012 میں منظوری دی تھی تاکہ منصوبے کی تکمیل کے بعد 20 لاکھ عبادت گزار یہاں سما سکیں۔ وزیرِ خزانہ ابراہیم العساف نے کہا تھا کہ یہ عمارت 'چھ لاکھ 14 ہزار 800 مربع میٹر کے رقبے پر ہوگی اور مسجد اور صحنوں کا کل رقبہ 10 لاکھ 20 ہزار 500 مربع میٹر ہوگا۔' انھوں نے مزید بتایا کہ اس کے بعد مسجد میں 10 لاکھ جبکہ صحن میں آٹھ لاکھ عبادت گزار سما سکیں گے۔ الحطب کا کہنا تھا کہ شاہ عبداللہ نے مسجد کے صحنوں اور احاطوں کے ستونوں پر 250 چھتریوں کی تنصیب کا بھی حکم دیا تھا تاکہ ایک لاکھ 43 ہزار مربع میٹر جگہ پر سایہ فراہم کیا جاسکے۔ خودکار چھتریاں دو مختلف اونچائیوں کی تھیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے اوپر چھا سکیں اور عبادت گزاروں تک دھوپ یا بارش کو پہنچنے سے روک سکیں۔ روزنامہ عکاظ نے عبدالواحد الحطب کے حوالے سے کہا تھا کہ موجودہ توسیعی منصوبے میں مشرقی اور مغربی جانب 12.5 ہیکٹر رقبے پر موجود تعمیرات کو ہٹادیا جائے گا۔ جب شاہ سلمان نے شاہ عبداللہ کے بعد تخت سنبھالا تو انھوں نے توسیعی منصوبہ اور دیگر کام دوبارہ شروع کرنے پر زور دیا تاکہ حرمین شریفین کو بہتر بنایا جاسکے اور یہاں تمام سہولیات فراہم کی جاسکیں تاکہ زائرین آسانی سے حج اور عمرہ کرسکیں۔ توقع ہے کہ توسیعی منصوبے کے دوسرے اور تیسرے مرحلے کے اختتام پر 10 لاکھ سے بھی زائد عبادت گزاروں کے لیے جگہ بن جائے گی جبکہ پہلی توسیع میں آٹھ لاکھ عبادت گزاروں کے لیے جگہ بنے گی۔ مجموعی طور پر پورا توسیعی منصوبہ 2040 تک 12 لاکھ مزید عبادت گزاروں کے لیے جگہ پیدا کرے گا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر: جس منبر پر اسلام کے پیغمبر اپنے ساتھیوں کے سامنے خطبہ دیا کرتے تھے وہ جگہ مسجدِ نبوی کی سب سے نمایاں اور مقدس جگہوں میں سے ہے۔ مبارکپوری کے مطابق مسجد کا پہلا منبر کھجور کی لکڑی سے بنایا گیا تھا اور اس میں تین زینے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی قیادت کرنے والے خلفاء راشدین نے بھی اپنے خطبوں کے لیے اس منبر کا استعمال کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں وہ دونوں منبر کے دوسرے زینے سے خطبے دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ اپنے خطبے پہلے زینے سے دیتے مگر بعد میں انھوں نے بھی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیسرا زینہ استعمال کرنا شروع کردیا۔ مگر 886 ہجری میں مسجد میں لگنے والی ایک آگ میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر جل گیا جس کے بعد شہر کے لوگوں نے اینٹوں کا ایک منبر بنایا اور اس کے بعد مملوک سلطان قائتبائی نے سفید سنگِ مرمر کا بنا ہوا منبر بھجوایا۔

محراب: محراب وہ جگہ ہے جہاں کھڑے ہوکر امام باجماعت نماز کی قیادت کرواتے ہیں، مسجدِ نبوی میں دو محرابیں ہیں؛ ایک محراب اصلی عمارت میں وہ ہے جہاں سے پیغمبرِ اسلام کھڑے ہوکر نماز پڑھایا کرتے تھے، یہ محراب منبر کے نزدیک ہے جو اب روضے اور مکبر یہ کے ساتھ ہے جہاں سے اذان دی جاتی ہے۔ ڈاکٹر اختر نے بتایا کہ "نبوی محراب اب اس پورے حصے پر محیط ہے جہاں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر نماز پڑھایا کرتے تھے، صرف ان کے پیروں کی جگہ محراب سے باہر ہے۔" العربیہ سے بات کرتے ہوئے مسجد کے ایک اہلکار نے بتایا کہ دوسری محراب عثمانی محراب ہے جسے اب بھی مسجد کے امام استعمال کرتے ہیں۔ یہ عثمانیہ دور میں مسجد کی توسیع کے دوران بنائی گئی تھی۔ یہ آخری مرتبہ تھی جب مسجد کو شمالی جانب سے وسیع کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر اختر کے مطابق تیسری محراب سلیمانی یا احناف محراب کہلاتی ہے اور اسے سلطان سلیمان نے حنفی امام کے نماز پڑھانے کے لیے بنوایا تھا جبکہ مالکی امام نبوی محراب سے نماز کی امامت کرتے۔

ریاض الجنۃ: یہ جگہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور ان کے گھر کے درمیان واقع ہے، بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔" روضہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور اس میں مرد اور خواتین زائرین کے لیے علیحدہ علیحدہ وقت مختص ہیں تاکہ دھکم پیل اور بھگدڑ سے بچا جاسکے۔ زائرین عموماً روضے میں نوافل ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد پیغمبرِ اسلام کے مقبرے کی جانب سلام کرنے کے لیے بڑھ جاتے ہیں۔ مسجدِ نبوی کی توسیع و تزئین و آرائش کے بعد روضہ منفرد آرائشی سامان سے سجایا گیا ہے جس میں قالینوں اور غالیچوں سے لے کر زر و جواہرات تک شامل ہیں۔ مسجد الحرام اور مسجدِ نبوی کے منتظم ادارے کے مطابق روضے کا حجم 330 مربع میٹر ہے۔ اس کا طول 22 میٹر اور اس کا عرض 15 میٹر ہے۔ یہاں پر ہمیشہ سکیورٹی اور دیگر اہلکار موجود رہتے ہیں تاکہ اسے صاف رکھا جاسکے اور لوگوں کی غیر متعلقہ نقل و حرکت کو روکا جاسکے۔

گنبد خضریٰ: یہ سبز گنبد مسجدِ نبوی کی سب سے نمایاں تعمیرات میں سے ایک ہے۔ اسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے اوپر بنایا گیا ہے۔ علی بن احمد السمہودی اپنی کتاب وفا الوفا میں لکھتے ہیں کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پہلا گنبد 650 سال کے بعد بنایا گیا تھا اور سب سے پہلا گنبد 1279ء (678 ہجری) میں سلطان قلاوون نے بنوایا تھا اور یہ لکڑی کا تھا۔ ڈاکٹر اختر کہتے ہیں کہ "جو سبز گنبد ہم آج دیکھتے ہیں وہ درحقیقت پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے کے اوپر موجود باہری گنبد ہے۔ اس کے اندر ایک اور گنبد ہے جو اس سے کہیں چھوٹا ہے اور اس پر پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے نام کندہ ہیں، یہ نیچے سے چوکور اور اوپر سے آٹھ کونوں کی ساخت کا حامل تھا۔" جزیرہ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق اسے جل جانے کے بعد ایک سے زائد مرتبہ از سرِ نو تعمیر کیا گیا اور عثمانی سلطان غازی محمود نے اسے دوبارہ تعمیر کروایا۔ رفعت پاشا کی ڈائریاں، جلد اول، صفحہ 464 سے 465 کا حوالہ دیتے ہوئے ڈاکٹر اختر بتاتے ہیں کہ 1837 میں سبز پینٹ کیے جانے سے قبل اسے طویل ترین عرصے تک سفید اور بعد میں بینگنی نیلے رنگ سے پینٹ کیا گیا تھا۔

لائبریری: مسجد کے منتظم ادارے کے مطابق لائبریری 1352 ہجری میں مدینہ کے ڈائریکٹر اوقاف عبید مدنی کی تجویز پر قائم کی گئی تھی۔ یہاں موجود کچھ کتابیں لائبریری کے قیام سے پہلے بھی مسجدِ نبوی میں موجود تھیں، جیسے کہ 1320 ہجری میں مکتبہ شیخ محمد عزیز الوزیر؛ یہ ان کتابوں میں سے ہے جنھیں لائبریری کے قیام کے بعد یہاں متعارف کروایا گیا۔ مطالعے کے کمرے کے علاوہ لائبریری میں ڈپارٹمنٹ آف آڈیو لائبریری (سیکشن 17) ہے جس میں مسجدِ نبوی کے درس، خطبے اور عبادات کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ ٹیکنیکل سیکشن (دروازہ 22) میں مسودوں کی صفائی، بحالی اور جلد بندی کا کام کیا جاتا ہے۔ نایاب کتابوں کا سیکشن نایاب کتابوں کو تاریخ اشاعت، آرائش، ساخت اور تصاویر کے اعتبار سے محفوظ کرتا ہے۔ دیگر سیکشنز میں مسودوں کا سیکشن، ڈیجیٹل لائبریری، تحقیق و ترجمہ، سکیورٹی، گفٹس اینڈ ایکسچینج، اور سرکولیشن سیکشن شامل ہیں۔ مردوں، خواتین اور بچوں کے لیے مطالعے کے کمروں کی حامل لائبریری مسجد کے اندر باب عثمان کے دوسرے راؤنڈ میں ہے۔ اس کی خدمات سے تمام زائرین فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی مساجد میں سے ایک مسجدِ نبوی خوبصورت سجاوٹ اور جدید ٹیکنالوجی کا مجموعہ ہے اور اس کی از سرِ نو تعمیر، توسیع اور آرائش پر اربوں سعودی ریال خرچ ہو رہے ہیں۔ ہر سال بالخصوص ماہِ رمضان اور حج کے دوران لاکھوں زائرین کی میزبانی کے لیے مسجد کے رکھوالے یعنی سعودی شاہی محل نے ہر دور میں اسے مزید آرامدہ اور دیدہ زیب بنانے کے لیے اپنے عزم کو قائم رکھا ہے، مسجد نبوی کا دورہ حج یا عمرے کی زیارات کا حصہ شاید نہ ہو مگر زائرین کی اکثریت مسجد کا دورہ اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیے بغیر مطمئن نہیں ہو سکتی۔

بقیہ صفحہ اول...... ظاہر ہے سکھ قوم کو یہ منظور نہیں ہوگا، اور اس سے حکومت ہند کے ساتھ ان کے ٹکراؤ کی فضا بنے گی، اسی لیے دربار صاحب سے اعلان ہوگیا ہے کہ سکھ یونیفارم سول کوڈ کے سخت خلاف ہیں، ضرورت پڑی تو وہ سڑکوں پر اترنے سے بھی باز نہیں آئیں گے، یہی حال عیسائی، پارسی، جینی، بدھسٹ وغیرہ کے ساتھ ہوگا، یوسی سی کہیں نہ کہیں ان کے اقدار کو بدل کر رکھ دے گا جو انہیں منظور نہیں ہوگا، جینیوں کے بعض مذہبی پیشوا ننگے رہتے ہیں، اسے قانون کے ذریعہ ختم کردیا جائے گا، ہمارے نزدیک بھی ننگا رہنا کوئی اچھا کام نہیں ہے، لیکن جن کے مذہب میں یہ روا ہے وہ تو اس کے خلاف جائیں گے، اس سے ملک میں ٹکراؤ کی فضا پیدا ہوگی اور ملک کی سالمیت انتشار کا شکار ہوکر رہ جائے گی۔ آدی باسیوں کے لیے یوسی سی صرف رسم و رواج کو بدلنے کا ذریعہ نہیں بلکہ اقتصادی طور پر ان کو کمزور کرنے کے مترادف ہے، کیوں کہ یوسی سی میں اس کی گنجائش باقی نہیں رہے گی، یہی درج فہرست ذات اور فہرست قبائل کا ہوگا اس لیے یہ سب بھی یوسی سی کے خلاف ہیں، اسی طرح دستور ساز کمیٹی میں بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوگی کہ کوئی پاگل حکومت ہی اس طرح کا اقدام کرے گی، ہم اس حکومت کو پاگل نہیں کہتے؛ لیکن بابا صاحب کی رائے اس معاملہ میں واضح تھی اور ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ان کی بات کو جھٹلا سکیں یا رد کردیں؛ کیوں کہ حالات و آثار تو کچھ ایسے ہی ہیں

حکومت خود سمجھتی ہے کہ اس کے اثرات کہاں کہاں پڑیں گے، اسی لیے حکومت نے عیسائیوں اور قبائل کو یونیفارم سول کوڈ سے الگ رکھنے پر گور شروع کردیا ہے، اس کا آغاز پارلیامنٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی کی میٹنگ میں بھاجپا کے لیڈر سوشل کمار مودی نے کیا تھا، انہوں نے شمال مشرق کے علاقے اور قبائل کو باہر رکھنے کی زبردست وکالت کی تھی؛ کیوں کہ ان علاقوں اور قبائل سے حکومت کو سخت ردعمل کا خوف ہے اور اس پر کام قبائلیوں نے شروع کردیا ہے، ناگالینڈ کے وزیر اعلیٰ نیفیو ریو نے گذشتہ 4؍جولائی کو 12 رکنی وفد کے ساتھ وزیر داخلہ امیت شاہ کے سامنے اپنا موقف رکھ دیا تھا، ناگالینڈ حکومت کی پریس ریلیز میں اس ملاقات کے نتیجہ کے طور پر امیت شاہ کا یہ جملہ نقل کیا گیا ہے، حکومت عیسائیوں اور چند قبائلی علاقوں کو بائیسویں لاء کمیشن کے دائرہ کار سے باہر رکھنے کے لیے فعال طور پر کام کررہی ہے، معاملہ صاف ہوگیا کہ جس طرح 370 ختم کردیا گیا تھا، سی اے اے، این آر سی میں سارے مذاہب کو مسلمانوں کو چھوڑ کر شہریت دینے اور مسلمانوں کو چن چن کر نکالنے کی بات کہی گئی تھی اور 271 کو باقی رکھ کر قبائلیوں کو مطمئن کیا گیا تھا، یوسی سی میں ایسا ہی کچھ ہونے والا ہے، یعنی برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر مجبوری یہ ہے کہ وہ بے روزگاری، مہنگائی، افراط زر، اقتصادی نمو میں کمی، گھریلو صنعتوں کو درپیش مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانا چاہتی ہے، نو سال میں حکومت نے جو کچھ کیا ہے، اس کے سہارے وہ انتخاب ہیں کامیاب نہیں ہوسکتی، اس لیے یوسی سی کے انتخاب میں کامیاب ہونا چاہتی ہے یوں بھی بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے اور تین طلاق کو کالعدم کرنے کے بعد یوسی سی کے علاوہ کوئی مدا اس کے پاس بچا نہیں ہے، اس لیے وہ اس ملک کے دستور کو ہی داؤ پر لگانے پر تلی ہوئی ہے۔

Scanned with CamScanner

قوم کی رہنمائی کے لئے افراد سازی کی ضرورت

المعہد العالی امارت شرعیہ میں چار روزہ تربیتی ورک شاپ

رپورٹ.....مفتی روح الامین قاسمی

اسلامک فقہ اکیڈمی (نئی دہلی) انڈیا کے زیر اہتمام المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں چار روزہ تربیتی ورک شاپ بعنوان: "التدریب القیادی والتخطیط المستقبلی - حاجۃ الیوم" یعنی "قوم کی رہنمائی کے لئے افراد سازی اور کسی بھی کام کو منصوبہ بند طریقہ پر انجام دینے کی ضرورت" کا انعقاد کیا گیا جس میں مختلف عناوین بشمول افتتاحی و اختتامی نشستوں کے کل گیارہ نشستوں میں ملک کے ماہر علمائے کرام اور دانشوران عظام نے اپنا قیمتی محاضرہ پیش کیا اور شرکاء کو سوالات کے مواقع بھی دیئے، اس ورک شاپ میں المعہد العالی اور تربیت قضاء امارت شرعیہ کے طلبہ کے علاوہ بہار و جھارکھنڈ اور مشرقی یوپی کے مختلف مدارس سے نوجوان اساتذہ کرام بھی شریک رہے، اس کا افتتاحی اجلاس مورخہ 14/جولائی 2023ء روز جمعہ کی شام بعد نماز مغرب زیر صدارت حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب سکریٹری برائے سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی (نئی دہلی)، انڈیا و شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ منعقد ہوا، مولوی محمد انیس متعلم المعہد العالی سال اول کی تلاوت سے مجلس کا آغاز ہوا اور علامہ اقبال کی نظم "خطاب بہ نوجوانان اسلام" مولوی حبیب الرحمن متعلم سال اول نے پڑھی، نظامت کے فرائض المعہد العالی کے سکریٹری حضرت مولانا عبد الباسط ندوی صاحب نے انجام دیئے، استقبالیہ کلمات میں فقہ اکیڈمی کے شعبۂ علمی کے انچارج مولانا صفدر زبیر ندوی نے ورک شاپ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی مناسب وقتوں میں ملک کے مختلف مقامات پر متنوع موضوعات سے تربیتی ورک شاپ اور ٹریننگ کیمپ کا انعقاد کرتی رہی ہے، اب تک اکیڈمی نے 39 ورک شاپ منعقد کئے ہیں، انہوں نے اس ورک شاپ کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے اس کے ذیلی موضوعات کا بھی ذکر کیا اور شرکائے ورک شاپ کو اس ورک شاپ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے عملی ہدایات بھی دیں، اسی طرح امارت شرعیہ کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا: امارت شرعیہ پٹنہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کا نام صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں بہت ہی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے، خشت اول رکھنے والوں میں مفکر اسلام حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمہ اللہ کے ساتھ جو حضرات بھی شریک رہے ان سب کے خلوص کا ثمرہ ہے اور ان کے دلوں سے پھوٹنے والی شعاعیں ہیں جن کی کرنیں صرف بہار ہی نہیں بلکہ پورے ملک پر پڑ رہی ہیں، مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمہ اللہ کے لئے جس نے بھی یہ شعر کہا بالکل سچ کہا کہ

پھونک کر اپنے آشیانے کو بخش دی روشنی زمانے کو

واقعی اس روشنی سے تقریباً دس دہائیوں سے ایک زمانہ مستفید ہو رہا ہے، ان کی خدمات و سرگرمیاں بھی جگ ظاہر ہیں اور ملک ہی نہیں بلکہ بعض بیرون ملک میں بھی افتاء و قضاء اور دیگر امور شرعی کے جو ادارے کام کر رہے ہیں وہ بہار میں واقع اسی امارت شرعیہ پٹنہ کا چربہ ہیں اور اسی کا پرتو ہیں، چاہے اسے کوئی نام دے دیا جائے، ساتھ ہی انہوں نے فقہ اکیڈمی اور المعہد العالی کے تعلقات پر بھی روشنی ڈالی اور کہا حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) امارت شرعیہ کے کوکھ سے ہی نکلی ہوئی ہے جسے قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ نے وجود بخشا اور اس کی پرورش و پرداخت کر کے اسے ایک تناور درخت کی شکل دے دی، اور قاضی صاحب کی محنتوں اور لگن کا نتیجہ ہے کہ اکیڈمی اپنے اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے الحمد للہ ترقی و تقدم کی راہ پر گامزن ہے، امارت شرعیہ اور المعہد العالی کے تعاون و اشتراک سے یہاں اب تک 14 پروگرام ہو چکے ہیں، موضوع کی مناسبت سے افتتاحی خطاب مولانا انیس الرحمن قاسمی کے کلیدی خطاب مولانا عتیق احمد بستوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے اور صدارتی خطاب مفتی عبید اللہ اسعدی صاحب کے ہوئے۔

15/جولائی 2023ء کی صبح ساڑھے چھ بجے سے علمی نشستیں ہوئیں، پہلی نشست کی صدارت حضرت مولانا عتیق احمد بستوی نے کی اور نظامت کے فرائض مولانا صفدر زبیر ندوی نے انجام دیئے، پہلے محاضر کی حیثیت سے مولانا محمد علی شفیق استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء نے مشارکین سے خطاب فرمایا، انہوں نے کہا کہ اس ورک شاپ کے عنوان میں دو جزء ہیں، ایک: قیادت کی تربیت، قیادت کا مطلب ہے کہ ایک مقصد کے لوگوں کو اس مقصد کی طرف لے کر چلنا، اور ان کو اس پر لگائے رکھنا، تنہا چلنے والے کو قائد نہیں کہا جائے گا، اسی وجہ سے گاڑی چلانے والے کو قائد السیارہ کہا جاتا ہے، دوسرا جزء: تخطیط یعنی منصوبہ بندی: کوئی کام کرنے سے پہلے اس کا ہدف طے کیا جائے، مسلمانوں کا سب سے بڑا ہدف رضائے الٰہی ہے، اس کے بعد دوسرے درجہ کے اہداف وہ ہوتے ہیں جو اس موضوع سے متعلق ہوتے ہیں، اس کے بعد انہوں نے تربیت اور گائیڈ کا مفہوم اور ان کے لغوی و اصطلاحی معانی سمجھائے اور کہا: تربیت کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو رفتہ رفتہ اس کے انجام تک پہونچانا، معلم سے بھی تربیت حاصل کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، "کونوا ربانیین" اسی طرح داعی بھی مربی ہوتا اس کے لئے بھی تربیت ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کو دعوت تامہ کہا اس لئے کہ اس میں صرف نماز کی دعوت نہیں بلکہ اس سے قبل اللہ کی کبریائی اور شہادت کا اعلان ہے، اس کے بعد انتہائی بلیغ انداز میں نماز کی دعوت اس کے فائدے ساتھ دی گئی ہے، اس کے علاوہ انہوں نے دیگر مختلف شعبوں کے نام شمار کرائے جن میں تربیت کی ضرورت ہے۔

دوسرا محاضرہ حضرت مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب نے پیش کیا، انہوں نے فرمایا ایک خاص سوچ کے تحت یہ عنوان منتخب کیا گیا ہے کہ ہم کو دین کا خدمت گار بننا ہے، دین کا کام کرنا ہے نہ کہ ہم کو قائد اور بڑا بننا ہے اور نہ ہی اس کی حرص کرنی چاہئے، حدیث میں ہے: لا تسأل الامارۃ الخ، کوئی بھی عہدہ، حتی کہ پڑھانے کے لئے کتاب کا بھی مطالبہ نہیں کرنا چاہئے، انہوں نے فرمایا دینی مدارس میں پڑھ کر دوسری لائن میں جائیں، مگر مدارس کی تحقیر کے ساتھ مت جائیں، اسی طرح اپنے علاقہ کا بھی حق ادا کیجئے، صرف پیسوں کی لالچ میں باہر جانے کی کوشش نہ کریں، منصوبہ پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہر شخص کو اپنی صلاحیت پہچان کر اس کے اعتبار سے دینی خدمت کا انتخاب کرنا چاہئے تاکہ آپ اس میدان کے قائد بن سکیں اور مستقبل کی ضرورتوں کے لئے اپنے کو تیار کر سکیں، اس کے بعد صدارتی خطاب کے بعد ساڑھے آٹھ بجے مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

دوسری نشست ناشتہ کے بعد ساڑھے نو بجے حضرت مفتی محمد عبید اللہ اسعدی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی، اس میں حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے طلبہ کے مختلف سوالات کے جوابات دیئے اور فرمایا قیادت کا خاص تعلق دعوت سے ہے جو بہت وسیع ہے، ہم میں سے ہر شخص داعی ہے، وہ لوگوں کو کیسے لے کر چل سکے اس کے کیا کیا اوصاف ہونے چاہئے، ان کو جاننے کے لئے اس طرح کے پروگرام ہوتے ہیں، انہوں نے کہا قائد بننا مقصد نہیں ہے؛ بلکہ مقصد قائد کے اوصاف اپنے اندر پیدا کرنا اور ان کے ذریعہ دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنا ہے، اسی طرح انہوں نے منصوبہ بندی پر بھی شرعی نقطہ نظر سے گفتگو فرمایا اور کہا کہ اگر ہمارا منصوبہ ناکام ہو رہا ہو تو اس کے وجوہات پر غور کریں کہ کیوں ناکام ہو رہا ہے؟ پھر ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

تیسری نشست وقفہ کے بعد مولانا محمد علی شفیق ندوی کی صدارت میں منعقد ہوئی اور نظامت کے فرائض مولانا یار علی نعمانی نے انجام دیئے، اس میں ایک محاضرہ "تربیت کا دوسرا مرحلہ۔ تعلیمی ادارے" پیش کیا گیا، محاضرہ دیتے ہوئے مولانا خورشید عالم مدنی امیر جمعیۃ اہل حدیث، بہار نے سب سے پہلے تربیت کا مفہوم سمجھایا، پھر تعلیم و تربیت کا فرق بتایا، اس کے بعد اسلامی تربیت کی خصوصیات بتائی کہ یہ قوت ملکیت اور بہیمیت کے درمیان توازن برقرار رکھنے کا نام ہے، نہ بہیمیت اتنی غالب ہو جائے کہ جانور سے جا ملے اور نہ ملکیت اتنی غالب ہو جائے کہ راہب بن جائے، پھر انہوں نے شرعی احکام کی روشنی میں اس کی اہمیت و خصوصیت بیان کیا، تعلیمی اداروں پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تربیت کے لئے تعلیمی اداروں میں دو بڑے ادارے بہت مؤثر کردار ادا کرتے ہیں، ایک مسجد، یہ صرف جائے عبادت نہیں؛ بلکہ کثیر المقاصد جگہ ہے، جیسا کہ عہد رسالت اور عہد خلافت میں تھا، دنیا کے مختلف ممالک میں جو جوامع ہیں، وہ اس کی شاہد عدل ہیں، ان کو جامع اسی لئے کہا جاتا تھا کہ وہ تمام علوم دینیہ اسلامیہ کو جامع ہوا کرتی تھیں، جیسے جامع ازہر، جامع زیتونہ وغیرہ۔ دوسرا مدرسہ، عہد نبوی میں مدرسہ کا آغاز "دار ارقم" اور "مسجد نبوی" سے ہوا اور باضابطہ مدرسہ کی بنیاد بغداد میں 457ھ میں ڈالی گئی، پھر ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد کس طرح پورے ملک میں دار العلوم دیوبند کے ذریعہ مدارس کا جال بچھایا گیا اس کا تذکرہ کیا اور آخر میں معلم کے چند اوصاف بیان فرمائے تاکہ وہ ان اوصاف سے متصف ہو کر مربی کی حیثیت سے اپنے شاگردوں کی تربیت کر سکیں، وہ اوصاف یہ ہیں: ۱۔ باعمل ہو۔ ۲۔ نرم مزاج ہو، ۳۔ تیاری کر کے درس دے، ۴۔ لہجہ نرم ہو، وغیرہ وغیرہ۔

چوتھی نشست بعد نماز مغرب مولانا انیس الرحمن قاسمی کی صدارت میں ہوئی، نظامت کے فرائض مولانا روح الامین قاسمی نے انجام دیئے، جس میں مولانا نور الحق رحمانی نے "اسلام کا تربیتی نظام اور رہنما اصول" کے عنوان پر اپنا قیمتی و مفصل محاضرہ پیش کیا، انہوں نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف گوشوں کو سامنے رکھ کر یہ بتایا کہ اسلام میں تربیت کا آغاز تو بچہ کی پیدائش سے ہی ہو جاتی ہے؛ بلکہ نکاح ہی سے شروع ہو جاتا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صالح بیوی کے انتخاب کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: فاظفر بذات الدین، انہوں نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ بچہ سے اگر کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس پر والدین کو اپنے اوپر غور کرنا چاہئے، کہیں ہم سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی تھی، جس کا اثر بچوں پر پڑا ہے، اسی طرح اور بھی متعدد اصول بیان فرمایا، صدر محترم کے صدارتی کلمات اور دعا پر یہ نشست ختم ہوئی۔

پانچویں نشست: 16/جولائی 2023ء کی صبح ساڑھے چھ بجے حضرت مولانا نور الحق رحمانی صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوئی، نظامت کے فرائض مولانا مطہر عالم قاسمی نے انجام دیئے، تلاوت کے بعد مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کا محاضرہ بشکل مقالہ "عصر حاضر میں مدارس میں تدریس - غور و فکر کے چند گوشے" مولانا روح الامین قاسمی نے پیش کیا، اس میں انہوں نے کہا کہ جس طرح دیگر علوم و فنون کے حصول کے لئے ادارے کھلے ہوئے ہیں اسی طرح اساتذہ کی تربیت کے لئے بھی باضابطہ نظام ہونا چاہئے؛ کیونکہ اب ماضی کے بنسبت بہت کچھ بدل چکا ہے، اس کے بعد انہوں نے کئی مفید مشورے دیئے، مثلاً اساتذہ مطالعہ کر کے درسگاہ جائیں، سبق کتنا پڑھانا ہے اور کیا کیا پڑھانا ہے اس کی تیاری کے ساتھ جائیں، تدریس میں عملی مشق کرائی جائے، بچوں کو مارنے، ڈانٹنے کے بجائے سنجیدگی سے اس کے اسباب پر غور کر کے اس کا حل نکالا جائے، بعض بچے یقیناً شرارتی ہوتے ہیں تو اس میں بھی مثبت پہلو اخذ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اسی طرح فرمایا کہ بچہ کا دل و دماغ سفید کاغذ کی طرح ہوتا ہے، اس کاغذ پر مختلف نقوش بنانے اور سب کچھ سکھانے کی ذمہ داری گھر اور خاندان کے ساتھ ساتھ اساتذہ کی بھی ہوتی ہے، استاذ کو طبیب کی طرح بہتر سے بہتر طریقہ اختیار کر کے طلبہ کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

Scanned with CamScanner

محرم الحرام کے مخصوص اعمال

مفتی محمد اسلم

محرم الحرام کے مہینے کا مخصوص عمل روزہ ہے، جس کی حدیث شریف میں ترغیب آئی ہے، روزہ کے علاوہ اور کوئی عمل مسنون نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہتر روزہ محرم کا ہے جو اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ (ترمذی حدیث 731 مسلم حدیث: 2747) اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: آپ رمضان کے بعد کس مہینے کے روزے کا ہم کو حکم دیتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کسی نے یہی سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر رمضان کے بعد تم کسی مہینے کا روزہ رکھنا چاہتے ہو تو محرم کا روزہ رکھو کیوں کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ پاک نے ایک قوم پر مہربانی فرمائی ہے، اور آئندہ بھی اس دن میں ایک قوم پر مہربانی فرمائیں گے۔ (ترمذی حدیث: 732) وہ قوم جس پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرما چکے ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل ہے۔ اللہ پاک نے ان کو عاشورہ کے دن یعنی محرم الحرام کی دسویں تاریخ میں فرعون اور اس کے لشکر سے نجات عطا فرمائی تھی اور آئندہ جس قوم پر اللہ پاک مہربانی فرمائیں گے وہ معلوم نہیں کون ہے؟ کیوں کہ حدیث میں اس کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

عاشورہ کے فضائل: عاشورہ محرم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں، عاشورہ کا روزہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے فرض تھا، جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور استحباب (پسندیدگی) باقی رہ گیا، اب عاشورہ کا روزہ صرف مستحب ہے (شامی: 300/3) ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عاشورہ کا روزہ پچھلے ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا (ترمذی حدیث: 743) لیکن صرف دسویں محرم کا روزہ مکروہ ہے، اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں میں محرم کا روزہ بھی رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہود بھی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو دس کے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا (تاکہ یہود سے امتیاز ہو جائے) (مسلم حدیث: 2661) لیکن اگلے سال عاشورہ کا دن آنے سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کرنے کا موقع نہیں ملا لیکن چوں کہ آپ اس کا مکمل عزم و ارادہ کر چکے تھے اور اپنی زبان مبارک سے اس کا اظہار بھی فرما چکے تھے۔ اس لیے علما نے دسویں محرم کے ساتھ نو یا گیارہ کے ملانے کو مستحب قرار دیا ہے اور تنہا عاشورہ کے روزے کو خلاف اولیٰ کہا ہے، اگر کوئی صرف دسویں محرم کا روزہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے اور عاشورہ کی فضیلت اس سے حاصل ہو جائے گی لیکن بہتر یہی ہے کہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملا کر دو روزے رکھے جائیں۔

غیروں کی مشابہت سے بچیں: اس حدیث کے اندر ایک بات قابل توجہ یہ بھی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کے روزے میں یہود کے ساتھ مشابہت کو پسند نہیں فرمایا، حالاں کہ یہ مشابہت کسی برے کام میں نہ تھی بلکہ ایک عبادت کے اندر تھی لیکن اس کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گوارا نہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر چیز میں غیر مسلموں سے ممتاز ہونا چاہیے، مسلمانوں کی عبادات، ان کے معاملات، ان کی معاشرت، ان کے اخلاق و عادات، ان کا لباس و پوشاک وغیرہ ہر چیز غیروں سے ممتاز اور الگ ہونی چاہیے، چنانچہ احادیث میں جابجا غیر مسلموں سے ممتاز رہنے کا حکم ہے، اور ایسے بہت سے احکام ہیں جن میں کہیں یہود سے کہیں نصاریٰ سے اور مشرکین سے مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ جب عبادات کے اندر غیروں کے ساتھ مشابہت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا تو دوسری چیزوں میں مسلمان اگر غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کریں تو یہ کیسے درست ہوگا؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اسی قوم میں سے شمار ہوگا۔ (ابوداؤد، کتاب اللباس) اگر غیروں کی مشابہت جان بوجھ کر اس نیت سے اختیار کی جائے تاکہ میں ان جیسا نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ اور ناجائز ہے۔ مثلاً کوئی شخص انگریزوں کا طریقہ اس لیے اختیار کرے تاکہ میں دیکھنے میں انگریز نظر آؤں تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اور اگر یہ نیت نہیں ہے کہ میں اُن جیسا نظر آؤں بلکہ ویسے ہی مشابہت اختیار کر لی ہے تو یہ ناجائز تو نہیں ہے لیکن مکروہ ضرور ہے۔

غیر مسلموں کی نقالی: افسوس ہے کہ آج کل مسلمانوں کو اس کا خیال بالکل نہیں رہا، وہ اپنے طریقہ کار میں، لباس و پوشاک میں، رہن سہن میں اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرتے جا رہے ہیں، اور اس میں کچھ حرج محسوس نہیں کرتے۔ یہ تشویش ناک صورت حال ہے۔ اگر بروقت اس پر بند نہیں لگایا گیا تو بہت جلد مسلم معاشرہ مکمل طور پر انگریزی معاشرہ بن جائے گا، اور اسلامی ثقافت اور پہچان بالکل ختم ہو جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس حدیث سے سبق حاصل کریں اور ہر شعبہ زندگی میں جو ہم نے غیروں کی نقالی اختیار کر رکھی ہے خدا کے لیے اس کو چھوڑیں، اور تمام امور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقوں کو اپنانے اور اپنے ظاہر و باطن کو اسلامی بنانے کی بھرپور کوشش کریں۔

اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت کرنا: ایک حدیث میں ہے کہ عاشورہ کے دن جو شخص اپنے اہل وعیال پر کھانے میں وسعت کرے تو اللہ پاک اس کو پورے سال وسعت عطا فرمائیں گے۔ (مشکوۃ: 170) اس حدیث میں روزی میں برکت کا ایک عمل بتایا گیا ہے، لہٰذا اگر عاشورہ کے دن اپنے گھر والوں کے خرچ میں کچھ اضافہ کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ عاشورہ کے دن یہی دونوں اعمال (یعنی روزہ رکھنا اور اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت کر دینا) حدیث سے ثابت ہیں، ان کے علاوہ اور کوئی چیز ثابت نہیں۔ بعض لوگ عاشورہ کے دن مخصوص قسم کے کھانے پکانے کو ضروری سمجھتے ہیں یا اُس کو فضیلت اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں، یہ بے اصل ہے سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اسی طرح بعض کتابوں میں قبروں کی زیارت کرنے مسلمانوں سے مصافحہ اور معانقہ کرنے، عطر لگانے میٹھی چیز کھانے، یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنے لباس بدلنے غسل کرنے اور سرمہ لگانے کو اس دن کے خصوصی اعمال میں سے شمار کیا ہے، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے (فتاویٰ محمودیہ: 275/3)

اس مہینے کے منکرات (ممنوع اعمال): عاشورا کے دن کو تہوار اور خوشی کا دن بنانا خوارج (ایک گمراہ فرقہ) کا طریقہ ہے، اور اس مہینے میں سوگ منانا، مرثیہ گانا، شہادت نامہ پڑھنے کا اہتمام کرنا، چلا چلا کر رونا، ماتم کرنا، سر اور سینے کو پیٹنا، اور واقعہ کربلا کی نقالی کرنا، تعزیہ بنانا اور اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ اطہر کی شبیہ (نقشہ) قرار دینا، تعزیہ کے اردگرد طواف کرنا، منتیں مانگنا، اس پر پھول وغیرہ چڑھانا، اور تعزیہ کو بنا سنوار کر گلی کوچے میں لے کر گھومنا، یاحسین یاحسین پکارنا، شہدائے کربلا کی یاد میں علم (جھنڈا) نکالنا، بچوں کو قیدی بنانا محرم کے شروع کے دس دنوں میں چارپائیوں پر نہ سونا، ننگے سر اور ننگے پیر رہنا، سیاہ ماتمی لباس یا سبز رنگ کے کپڑے پہننا، یا کم از کم سبز رنگ کی ٹوپی اوڑھنا، عورتوں کا چوڑیاں توڑ دینا، پان نہ کھانا، سرمہ نہ لگانا، سر کو تیل وغیرہ سے خشک رکھنا، دسویں محرم کو تعزیہ والے جب تک تعزیہ دفن کر کے نہ آجائیں اس وقت تک کھانا نہ پکانا وغیرہ یہ تمام چیزیں روافض کا شعار اور طریقہ ہیں، ان میں بعض چیزیں مکروہ ہیں اور بعض حرام اور بعض درجہ شرک تک پہنچی ہوئی ہیں، مذہب اسلام سے یا اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ان چیزوں کا کوئی تعلق نہیں، افسوس! کہ شیعہ لوگوں کی صحبت کے اثر سے اور ان کی دیکھا دیکھی بعض چیزیں سنی مسلمانوں میں بھی پھیل گئی ہیں، ان کا بند کرنا نہایت ضروری ہے۔

شہادت کے قصے سننا سنانا: بہت سے مسلمان اور چیزوں سے تو بچتے ہیں لیکن اس مہینے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات اور قصے سننے سنانے کا اہتمام کراتے ہیں، یہ بھی درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں شیعہ لوگوں کے ساتھ یک گونہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ دوسرے شہادت کے قصے سن کر صدمہ تازہ ہوتا ہے اور اس سے بزدلی پیدا ہوتی ہے اور یہ چیزیں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، صحابہ کرام نے اسلامی سال کی ابتدا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یا وفات کے بجائے ہجرت کے واقعے سے کی، اس میں حکمت یہی تھی کہ واقعہ ہجرت کو پڑھنے اور سننے سے مسلمانوں میں بلند ہمتی پیدا ہوگی اور دین کی خاطر محنت اور مشقت برداشت کرنے کا جذبہ ابھرے گا، اس کے برعکس میلاد (پیدائش کے دن) سے شروع کرنے میں لوگوں کے لہو ولعب (کھیل کود) میں مشغول ہو جانے کا اندیشہ تھا، اور وفات سے شروع کرنے سے غم اور صدمہ تازہ ہوتا اور اس سے کم ہمتی اور بزدلی پیدا ہوتی۔ جنگ بدر میں جب کفار مکہ کے ستر سردار مارے گئے تو کفار نے مکہ مکرمہ پہنچ کر اعلان کر دیا کہ خبردار! کوئی نہ روئے اور نہ ماتم کرے، چناں چہ ایسا ہی کیا گیا اور یہ صرف اس لیے تاکہ لوگوں میں بزدلی پیدا نہ ہو۔ نیز شہادت سے متعلق جو واقعات عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں ان میں اکثر غلط اور من گھڑت ہوتے ہیں جن کا سننا سنانا اور ان کی اشاعت کرنا کذب و افترا میں شمار ہے۔

تعزیہ کا جلوس، ماتم کی مجلسیں دیکھنا: شیعہ لوگ اس مہینے میں جو کچھ کرتے ہیں وہ سب کو معلوم ہے لیکن بہت سے سنی مسلمان بھی ان کی ماتم کی مجلسیں اور تعزیہ کے جلوس کا نظارہ دیکھنے کے لیے جاتے ہیں اور ان کی مجلسوں میں شریک ہو جاتے ہیں، اس میں بھی کئی گناہ ہیں، ایک تو اس سے ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ کرنا اور ان کی رونق کو بڑھانا لازم آتا ہے، اور جس طرح ناجائز عمل کو کرنا موجب گناہ ہے، اسی طرح ناجائز کام کرنے والوں کے مجمع میں جانا اور کسی بھی جہت سے ان لوگوں کے ساتھ شریک ہونا بھی ناجائز ہے، حدیث میں ہے: مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (المقاصد الحسنہ حدیث: 1170) یعنی جو کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرے وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ، وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ. (الأنعام: 68) اور (اے مخاطب:) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر تم کو شیطان بھلا دے (یعنی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت یاد نہ رہے) تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ اس آیت شریفہ میں مسلمانوں کو ایک اہم اصولی ہدایت دی گئی ہے کہ جس کام کا کرنا گناہ ہے اس کے کرنے والوں کی مجلس میں شریک ہونا بھی گناہ ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور آیت مذکورہ کے آخر میں فرمایا کہ اگر تم کو شیطان بھلا دے یعنی بھول کر ان کی مجلس میں شریک ہو گئے خواہ یہ بھولنا اس طور پر ہو کہ ایسی مجلسوں میں شریک ہونے کی ممانعت یاد نہ رہی ہو، یا اس طور پر ہو کہ یہ یاد نہ تھا کہ اس مجلس میں شریعت کے خلاف کوئی کام ہو رہا ہے، تو اس صورت میں جس وقت بھی یاد آئے فوراً وہاں سے اٹھ جانا چاہیے۔ یاد آنے کے بعد وہاں بیٹھے رہنا گناہ ہے۔ دوسری جگہ یہ بھی ارشاد ہے: إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ (النساء: 140) کہ اگر یاد آنے کے بعد بھی تم وہیں بیٹھے رہے تو تم بھی اُن کے زمرے میں شامل ہو جاؤ گے یعنی جس طرح وہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں لگے ہوئے ہیں تم بھی ان کی مجلس میں شریک ہو کر ان کی امداد کرنے والے ہو جاؤ گے۔

مجرم کے پاس بیٹھنے والا سزا کا مستحق: امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس مجلس میں کوئی گناہ ہو رہا ہو تو مسلمان پر لازم ہے کہ اگر روکنے کی قدرت ہے تو قوت کے ساتھ روک دے، اور اگر اتنی قدرت نہیں ہے تو کم از کم اس گناہ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرے جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس مجلس سے اٹھ جائے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ چند آدمیوں کو اس جرم میں گرفتار کیا کہ وہ شراب پی رہے تھے، ان میں سے ایک شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے اور اس نے شراب نہیں پی، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی سزا دی محض اس وجہ سے کہ وہ ان کی مجلس میں کیوں بیٹھا تھا؟ (معارف القرآن: 586/2)

اس ماہ میں دعوتوں اور ایصال ثواب کا حکم: مرحومین کے واسطے ایصال ثواب کرنا بہت اچھا عمل ہے، لیکن اس کے لیے نہ تو کوئی دن متعین ہے اور نہ ہی کوئی خاص صورت، جیسے کھانا پکا کر کھلانا وغیرہ، بلکہ شریعت نے آزادی دی ہے کہ جب چاہیں اور جو چاہیں صدقہ اور خیرات کر کے ایصال ثواب کر سکتے ہیں، اور محرم کے مہینے میں خاص طور پر پہلے عشرہ میں دعوتوں کا اور کھانا کھلانے کا جو اہتمام اور رواج ہمارے معاشرے میں پایا جاتا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اگر اس عمل کو بہتر اور کھلانے کا زیادہ اہتمام نہ ہونا چاہیے۔ ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاتا ہے تو یہ بدعت ہے۔ اس صورت میں بجائے ثواب کے گناہ کا اندیشہ ہے۔ اس لیے دوسرے مہینوں کی بہ نسبت محرم کے مہینے میں دعوتوں اور کھانا کھلانے کا زیادہ اہتمام نہ ہونا چاہیے، اسی طرح محرم کے شروع کے دنوں میں بعض لوگ شربت پلانے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس کو بڑے ثواب کا کام تصور کرتے ہیں یہ بھی غلط اور بے اصل ہے بلکہ اس عمل کا تعلق ایک غلط عقیدہ سے ہے، وہ یہ کہ حضرت حسینؓ کے متعلق مشہور ہے کہ پیاسے شہید کیے گئے تھے، لہٰذا یہ شربت ان کے پاس پہنچ کر ان کی پیاس بجھائے گا، اس عقیدے کی اصلاح ضروری ہے۔ یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا، اور نہ ان کو اس شربت کی ضرورت ہے، اللہ پاک نے ایسے لوگوں کے لیے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے مقابلے میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اللہ پاک ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

عزیز الحسن صدیقی

ہندستان اپنی وسعت اور پھیلاؤ، کثیر آبادی، خوش گوار موسم، سونا اگلتے کھیتوں، خوش ذائقہ پھلوں اور خوش نما پھولوں کے لئے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ کشمیر جنت نظیر اسی ملک کا ایک احصہ ہے جہاں دنیا بھر کے سیاح سیر وتفریح کی غرض سے آتے ہیں۔ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہندوستان کی سرزمین سے ٹھنڈی ہوائیں آتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ مشہور عالم محقق مولانا ڈاکٹر عتیق الرحمٰن اپنی تصنیف ''عرب و ہند کی علمی وادبی خدمات'' کے صفحات 135 تا 144 (مطبوعہ کلاسک آرٹ نئی دہلی) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ہندستان کی تمام خوبیوں کی بناپر مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (ولادت صفرالمظفر 1116 ہجری) نے ہندوستان اور اس کے ادب وشاعری کو اپنا موضوع بنایا اور اس کی اچھائیوں کو عربی زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اس غرض سے "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" (مطبوعہ 1303 ہجری) عربی کتاب تصنیف کی جس میں انھوں نے سب سے پہلی فصل میں ہندوستان کی عظمت وبرتری ثابت کی ہے۔ اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی فضیلت بیان کی ہے۔ انھوں نے اس کے تقدس کے بارے میں کئی باتیں تحریر کی ہیں جو دینی وتاریخی کتابوں کی روشنی میں ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ: اس ملک کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس ملک کے ایک خطہ سراندیپ میں حضرت آدم علیہ السلام نازل ہوئے تاکہ ان کے ذریعہ یہاں خلافت ارضی قائم ہو اور پھر یہاں سے دینی روشنی تمام دنیا میں پھیلے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے نزول سے ہی اس ملک کی عظمت وبرتری ثابت ہوتی ہے۔ اس کے ثبوت میں انھوں نے علامہ سیوطی کی کتاب "الدرالمنثور" سے سورہ احقاف کی تفسیر میں درج ذیل عبارت نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں: ''خیر وادی الناس وادی مکہ وواد نزل بہ آدم بارض الہند'' بلگرامی مزید فرماتے ہیں کہ ہندوستان پوری دنیا میں علم وحکمت کا سب سے پہلا سرچشمہ ہے کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام یہیں سب سے پہلے علم وحکمت کی باتیں لے کر آئے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ یہ ملک علم وحکمت کا پہلا مرکز بنے اور اسی جگہ سے علم ودانائی کی باتیں ساری دنیا میں پھیلیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اس ملک کی عظمت کی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے؟

اس ملک کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ یہاں زمانہ دراز سے مختلف مذہبی اکائیاں باہم شیر وشکر ہوکر رہتی چلی آئی ہیں لیکن فی زمانہ سیاسی مصلحتوں اور چپقلش کے سبب اس روش میں کافی فرق آ گیا ہے، ماضی کی روایات اور کثرت میں وحدت کا تصور دھندلاتا جارہا ہے۔ کل اگر برادران وطن اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے مسجدیں تعمیرات کراتے تھے تو آج کچھ ایسے لوگ بھی اس پوتر بھومی پر پائے جاتے ہیں جو مسجدوں کے انہدام پر فخر کرتے ہیں، انھیں ایکتا میں ایکتا کا تصور پسند نہیں آتا۔ مشہور شاعر ذوق کہتے ہیں۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

مولانا بلگرامی اس ملک کی عظمت کے بارے میں دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کا یہاں نشان ہے، جو آج تک موجود ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے وجود اور ہندوستان کی عظمت کا مظہر ہے۔ یہ نشان سراندیپ کی ایک پہاڑی پر ہے جو دوسو ساٹھ میل سے زیادہ لمبی ہے اور اس کے اردگرد یاقوت جیسے بڑے جواہرات پائے جاتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں مولانا آزاد بلگرامی نے کتاب المستطرف عن کل فن مستظرف کی درج ذیل عبارت نقل کی ہے۔ عبارت عربی کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ایک تعجب خیز پہاڑ سراندیپ میں ہے جس کی لمبائی دوسو ساٹھ میل سے زیادہ ہے، اس پر حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان ہے، اس کے اردگرد یاقوت موتی اور الماس کی وادیاں ہیں جس سے پتھر کاٹے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں مسک اور زباد کے جانور پائے جاتے ہیں'' ہندوستان کی عظمت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اسی سرزمین پر قبول ہوئی۔ ظاہر ہے کہ جس سرزمین پر حضرت آدم جیسے جلیل القدر نبی کی توبہ قبول ہوئی ہو اس کی عظمت کے بارے میں کیا شبہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہی سرزمین ہے جہاں سے حضرت آدم زیارت بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوئے اور پھر یہیں واپس آئے اور مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

مولانا آزاد بلگرامی نہایت صراحت کے ساتھ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''حضرت آدم علیہ السلام اس سرزمین سے الفت وانسیت رکھتے تھے کیوں کہ حج کے بعد پھر یہیں واپس ہوئے اور اس کو اپنا وطن بنایا ان تمام خوبیوں کے علاوہ مولانا بلگرامی نے دسیوں خوبیاں اور بھی بیان کی ہیں مثلاً۔ حضرت آدم کا یہاں حجر اسود لانا، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کا یہاں تشریف لانا، سب سے پہلے درہم ودنانیر کا بنایا جانا، سب سے پہلے یہاں لوہے کے آلات تیار ہونا۔ مولانا آزاد بلگرامی نے نہایت شستہ زبان اور آسان اسلوب میں بیان کیا ہے اور اپنے ہر بیان کو مدلل طور پر پیش کیا ہے جس میں علامہ جلال الدین سیوطی، امام غزالی، علامہ طبرانی، امام طبری، المسعودی جیسے نامور علمائے تحقیق وتفسیر کے حوالوں سے اور ان کی تصانیف کی اصل عبارتوں نے ثبوت فراہم کیے ہیں۔ راقم نے مولانا ڈاکٹر عتیق الرحمٰن کے مضمون کا یہاں نچوڑ پیش کردیا ہے تاکہ برادران اسلام اس کا مطالعہ کریں اور اپنی قسمت پر ناز کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنی متبرک ومقدس سرزمین پر سکونت عطا کی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا کچھ حصہ کسی اور ملک کو منتقل ہوگیا لیکن اس کی عظمت بہر حال باقی ہے۔ ہمیں اس حصول سعادت پر اللہ کا شکر ہی نہیں ادا کرنا چاہیے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت کے حوالے سے وطن عزیز ہندوستان کی عزت کرنا چاہیے اور اس کی عظمت کو دوبالا کرنا چاہئے۔

ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور اس ملک کے ذروں تک سے محبت کی ہے، اس ملک کے دیگر بسنے والوں کو اپنا بھائی سمجھا ہے۔ کیوں کہ وہ بھی تو حضرت آدم کی اولاد ہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اس ملک کے غیر مسلموں کو اپنی قوم میں شمار کیا اور متحدہ قومیت کے ثبوت میں دلائل پیش کیے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مخالفین اور یہود کو اپنی قوم فرمایا ہے پھر ہم اگر وطن عزیز میں بسنے والوں کو اپنی قوم سمجھتے ہیں تو کوئی غلط کام نہیں کرتے۔ ہمیں ان کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے چاہئیں، ان کے کام آنا چاہیے، ان کے ساتھ اچھے برتاؤ اور اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ ان میں کوئی فرد اگر ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ سب کے سب اسی جیسے ہیں اور ان سے دوری اختیار کرلی جائے۔ سیاست اور الیکشن TACTICS (انتخابی حربوں) نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا ہے۔ شاعر نے اچھی بات کہی ہے۔

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

حضرت آدم علیہ السلام اس سرزمین سے الفت وانسیت رکھتے تھے اسی لیے ہمیں بھی اس سے الفت ومحبت ہے۔ اگر ہمیں اس سے محبت نہ ہوتی تو ہم انگریزوں سے لڑائی مول لیتے نہ اپنے جیالوں کو میدان جنگ میں بھیجتے نہ ان کی گردنیں کٹواتے۔

ملک کے موجودہ حالات ہر ہندوستانی شہری کے لیے باعث تشویش ہیں کیوں کہ امن مفقود ہے، ماں بہنوں کی عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے، فتنہ وفساد کا بازار گرم ہے، الفت ومحبت کی روایات واقدار مٹتی نظر آرہی ہیں۔ ہمیں مل جل کر اس کا حل تلاش کرنا ہے۔ ہم سب ایک کشتی پر ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو اس میں سوراخ کرنے پر تلے ہیں، اگر خدانخواستہ کشتی ڈوبی تو سب ڈوبیں گے۔ انسانیت کی کشتی کو پار لگانا ہے۔ ہمارا ملک وشوگرو بننا چاہتا ہے۔ بے شک وہ وشوگرو بن سکتا ہے۔ حضرت آدم نے جس سرزمین پر پہلے پہل قدم رکھا، اس کو اگر یہ حق نہ ملے تو اور کون اس کا حقدار ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس ملک کے بسنے والے متحد ہوں، محبت کرنے والے ہوں، رواداری، انصاف اور گنگا جمنی تہذیب کے دلدادہ ہوں۔ امن وامان کو عزیز رکھنے والے ہوں۔ اپنے آباواجداد کے طور طریق پر چلنے والے ہوں۔ ماضی میں بھی مذہبی پیشواؤں نے الفت ومحبت اور بھائی چارے کی تلقین کی۔ وطن ہند کی قدیم روایات اگر دھندلاتی نظر آتی ہیں تو اس کو از سر نو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔

یاد رکھیں۔ ہندوستان مہبط آدم (آدم کے اترنے کی جگہ) ہے، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب ان کی اولاد ہیں۔ ان کے آپس میں لڑنے جھگڑنے کی تاریخ برطانوی حکمرانوں کے اقتدار کی دین ہے، انھوں نے ہندوستان پر اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے Devide And Rule کی پالیسی اختیار کی تھی۔ تاریخ اس حقیقت پر سے پردہ اٹھاتی ہے کہ انگریزوں کی حکومت سے قبل ہندوستان میں ہندو مسلم ٹکراؤ کا ایک معمولی سا بھی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ آج جو فتنہ وفساد ہم دیکھ رہے ہیں، وہ آزادی کے بعد ہماری قومی حکومت کی غفلت اور ڈاکٹر تاراچند، پنڈت سندر لال اور بشمبھر ناتھ پانڈے جیسے انصاف پسند مؤرخین کی لکھی ہوئی تاریخ کو نظر انداز کرنے اور مفروضہ تاریخ مرتب کرا کے شائع کرنے اور اسکولوں اور کالجوں میں داخل نصاب کرنے کے سبب ہے۔ اس زہر کا تریاق ہمیں ہی فراہم کرنا ہوگا۔ اس نکتے پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم آدمی کیوں کہلاتے ہیں؟ یقیناً اس لیے ہم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں پھر آپسی جنگ وجدال کا کیا سوال؟ جب سب آدم علیہ السلام کی اولاد اور بھائی بھائی ٹھہرے تو لڑنا جھگڑنا کیسا؟ کبھی کبھار کسی بات پر اختلافات و انتشار ہوسکتا ہے مگر بقول کسے سطح آب پر لاٹھی مارنے سے پانی جدا نہیں ہوتا۔ کسی بزرگ کو ایک شخص نے قینچی بھینٹ کی تو بزرگ نے کہا ''تم مجھے سوئی دیتے تو اچھا ہوتا کیوں کہ یہ جوڑنے اور ملانے کے کام آتی ہے قینچی تو قطع کرتی ہے''

امید ہے قارئین کرام ہمارے مافی الضمیر سے کماحقہ واقف ہو چکے ہوں گے۔ اب آخر میں ہم یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے پیغام کے حامی اور داعی بن جائیں اور راقب کے حسب ذیل شعر کی معنویت ومقصدیت کو سمجھنے کی کوشش کریں:

کوئی تفریق نہ مطلب نہ عداوت نہ حسد
فیض پہنچاتے رہو سب کو شجر کی صورت

عزیز بگھروی کیا ہی اچھی بات کہہ گئے ہیں:

ساری دنیا اپنی بستی سارے انساں ہم وطن
عالم انسانیت کا ایک باشندہ ہوں میں

غالباً یہ بات بتانے کی ضرورت نہ ہوگی کہ ماضی میں بزرگوں اور صوفیہ نے باشندگان ملک کے قلب وروح کی تطہیر وتسکین کا سامان کیا، انھیں علم سے آراستہ کیا اور صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی۔ موجودہ دور میں بھی مقبولان بارگاہ خداوندی کی ایک بڑی تعداد وطن عزیز میں موجود ہے اور بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ انجام دے رہی ہے اور ان کو دکھ درد اور غم واندوہ سے نجات دلانے کی تدابیر اختیار کررہی ہے۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اتنی پاکیزہ ومقدس سرزمین آج فتنہ وفساد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ دوسروں کو اگر اس کو سنوارنے اور سدھارنے کی فکر نہیں ہے تو ہمیں اس نیک کام سے کس نے روکا ہے؟ ہمیں خود آگے بڑھ کر اس کام کو شروع کردینا چاہیے۔ اگر ایک بھائی گھر کو بنانے اور سنوارنے میں دلچسپی نہیں لیتا تو کیا ضروری ہے کہ دوسرا بھائی بھی دلچسپی نہ لے۔ اس نکتے پر بھی غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے انسانیت کی تحریک شروع کرکے ہمیں خدمت انسانیت اور خدمت قوم ووطن کا ایک وسیع میدان فراہم کردیا۔ موجودہ ہندوستان کو ماضی کے ہندوستان سے کوئی مناسبت نہیں، یہاں حکومت کرنے والے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتے تھے۔ جب عالم اسلام کے علمی، تہذیبی اور ثقافتی مرکز ''بغداد'' کو ہلاکو نے سر سے پیر تک ہلا کر رکھ دیا اور بیس لاکھ میں سے سولہ لاکھ اہالیان بغداد کو بے دردی کے ساتھ ہلاک کرڈالا تو وہاں کے باقی ماندہ مسلمان سپاہیوں، عالموں، صوفیوں، ادیبوں اور شاعروں میں سے ایک کثیر تعداد نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اہل علم کی اکثریت دہلی کی پناہ گاہ تک محدود تھی اس کے بعد علمی وتہذیبی قافلے ملک کے اندرونی علاقوں کی طرف بڑھنے لگے اور لوگ جگہ جگہ آباد ہونے لگے پھر خبر آئی کہ دلی پر حملہ کے ارادے سے تیمور آگے بڑھ رہا ہے تو مہاجر علماء وصوفیہ نے اور عام لوگوں نے دلی سے پورب کی طرف ''شرقی سلطنت'' میں پناہ لی۔ شرقی سلطنت کا مرکز جون پور تھا۔ غلام علی آزاد بلگرامی (متوفی 1200 ہجری) اپنی مستند کتاب ''مآثر الکرام'' میں لکھتے ہیں کہ یہاں کے سلاطین وحکام نے مہاجر علماء کا استقبال کیا اور انھیں اضلاع جون پور، بنارس اور غازی پور میں آباد کیا اور انھیں ہر طرح کا آرام اور سہولت فراہم کی اور علماء نے سکون واطمینان کی فضا میں ان بستیوں میں مسجدیں، مدرسے اور خانقاہیں تعمیر کیں اور بساط علم ومعرفت بچھائی اسی بنا، پر شاہ جہاں کہا کرتا تھا کہ پورب ہماری سلطنت کا شیراز ہے''

پروفیسر شریف حسین قاسمی کا خیال ہے کہ ''ہندوستان میں اگر حکومت کرنی ہے اور اس کو خوش حال بنانا ہے تو وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو مغلوں سے قبل 349 سالہ دور حکومت میں 43 بادشاہوں نے اختیار کررکھا تھا۔ یہاں حکومت کرنے والے بادشاہ ایک دوسرے کو مانتے رہے اور مذہب کے معاملے میں کسی قسم کی زور زبردستی نہیں کرتے تھے۔ اس لیے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، پروفیسر محمد ذاکر کہتے ہیں کہ ''صوفیوں اور سنتوں کی تعلیمات سے یہاں کے رہنے والوں میں باوجود مختلف المذاہب ہونے کے یکسانیت اور رواداری اتنی بڑھی کہ ایک گنگا جمنی تہذیب نے جڑ پکڑ لی اور وہ ہندوستان کی تقدیر بن گئی۔ مسلسل کوششوں کے باوجود اس تہذیب کو یک رنگ نہ بنایا جاسکا، کثرت میں وحدت باقی رہی اور آئندہ بھی باقی رہے گی۔ موجودہ دور کے صوفیوں اور سنتوں کو یہی کرنا چاہیے۔

Scanned with CamScanner

ہمیں ''یونیفارم سول کوڈ'' منظور نہیں!

حافظ محمد امتیاز رحمانی

ملک کی حکومت بہانہ بناکر شریعتِ اسلامی کے خلاف عدالتوں اور ذیلی اداروں کے ذریعہ قوانین بنانے کی راہیں ہموار کرتی ہیں اور اب یہ منصوبہ پھر اجاگر کیا جارہا ہے کہ ''یونیفارم سول کوڈ'' نافذ کیا جاسکے، اور اس کے ذریعہ مذہبی آزادی اور عمل آوری کے اختیارات سلب کرلئے جائیں اور سب کو ایک رنگ میں رنگ دیا جائے ،یقیناً یہ حکومت کا بہت ہی خطرناک اقدام ہے، وہ اس کے ذریعہ اپنی دیرینہ آرزو پورا کرنا چاہتی ہے کہ مسلمان اپنے تشخص اور امتیازات کے ساتھ نہ رہ پائیں اور وہ بھی یکساں سول کوڈ کے زمرہ میں آجائیں۔ یکساں سول کوڈ کی حقیقت کو ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، مسلمانوں کو یہ کیوں قابلِ قبول نہیں ہے؟ اس کے دفاع اور شریعت کے تحفظ کے لئے کیسی کیسی کوشش اور جدو جہد کی گئی ہے ہمیں کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

ملک میں رائج قوانین کی دو اہم قسمیں، سول کوڈ اور کریمنل کوڈ کہلاتی ہیں، جس کے لئے اردو میں بالترتیب ضابطہ ''دیوانی'' اور ''فوج داری'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہیں۔ ضابطہ فوجداری کے اندر جرائم کی سزائیں، اور بعض انتظامی امور سے متعلق قوانین آتے ہیں، مثلاً کسی جرم پر کیا سزا دی جائے گی اور مجرم کے لئے کیا اصول وضوابط ہوں گے اور انتظامی طور پر کس قسم کے اقدامات حکومت کرے گی؟۔ سول کوڈ کے دائرہ میں وہ تمام قوانین آتے ہیں جن کا تعلق معاشرتی، تمدنی امور سے ہے۔ البتہ اس قسم کے ایک حصہ میں جسے ''پرسنل لا'' کہا جاتا ہے اس میں ملک کی بعض اقلیتوں کو ان کے مذہب کے لحاظ سے کچھ خصوصی شعبوں میں الگ قوانین پر عمل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

ہندوستان میں ''یونیفارم سول کوڈ'' کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کو اپنی مذہبی ہدایات کے خلاف نکاح وطلاق جیسے معاملات انجام دینا ہوں گے، وصیت اور وراثت کے معاملہ میں بھی انہیں مذہبی قانون کے بجائے دوسرے قوانین پر عمل کرنا ہوگا، اسی طرح دوسرے مذہب اور رسم ورواج کے پابند لوگوں کو بھی اپنا مذہب چھوڑنا ہوگا، اپنے رواج کو مٹانا ہوگا، اور نئے قانون کا پابند ہونا پڑے گا۔ اس طرح یونیفارم سول کوڈ واضح طور پر ''مسلم پرسنل لا'' سے مختلف ایک قانون ہے۔ جس کے نفاذ کے بعد ''مسلم پرسنل لا'' کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، گویا مسلم پرسنل لا جس کی بنیاد قرآن وسنت ہے اور یونیفارم سول کوڈ کو یکجا نہیں کیا جاسکتا۔

''یونیفارم سول کوڈ'' کی مسلمان کیوں مخالفت کرتے ہیں اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

> ''مسلمان یونیفارم سول کوڈ کے مخالف ہیں، ہندوؤں کا مذہبی طبقہ بھی اس سے اتفاق نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کے اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ''یونیفارم سول کوڈ'' مذہبی تعلیمات سے متصادم ہے، اس کے نفاذ کے بعد عائلی اور شخصی زندگی میں قرآن وسنت کی ہدایات سے دست بردار ہونا پڑے گا، اور ایک ایسے قانون کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا پڑے گا جس کے نتیجہ میں مذہب کی مقررہ حدیں مٹ جائیں گی اور فرد کی شخصی زندگی سے حلال وحرام کا وجود ختم ہوجائے گا، مسلمان اس کے لئے تیار نہیں ہیں کہ وہ ان قوانین کے ذریعہ اپنی عائلی اور شخصی معاملات ومسائل کا حل نکالیں جن کا ہر قدم پر مذہب سے ٹکراؤ ہوتا رہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر مذہب کے ماننے والوں کے کچھ تہذیبی امتیازات ہوتے ہیں جن کا تعلق بڑی حد تک ''پرسنل لا'' سے ہوا کرتا ہے۔ بعض مذاہب کے یہ امتیازات مذہبی تعلیمات کی بنیاد پر نہیں بلکہ رسم ورواج اور جغرافیائی حالات کے ماتحت ہیں، مسلمانوں کے بھی تہذیبی امتیازات ہیں جن کی بنیاد مذہبی تعلیمات پر ہے، مسلمان آمادہ نہیں کہ وہ تہذیبی امتیازات سے دست بردار ہوں۔ (یونیفارم سول کوڈ:۱۷)

جناب عبدالرحیم قریشی صاحبؒ (سابق اسسٹنٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) یکساں سول کوڈ کی حقیقت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پرسنل لا کے معاملات میں کسی اور قانون پر چلنے کے لئے مسلمانوں کو کہنا یا مجبور کرنا ارتداد کی دعوت نہیں تو کم از کم مذہبی احکامات کی کھلی خلاف ورزی کی دعوت ضرور ہے، بے شک کوئی مسلمان ایسی دعوت قبول نہیں کرسکتا۔۔۔۔اس بات کو ذہن نشین رکھئے کہ ایک کثیر مذہبی، کثیر لسانی، اور کثیر تمدنی ملک میں جس کا رقبہ اور آبادی ذیلی براعظم کی نوعیت رکھتا ہو یونیفارم سول کوڈ کا نفاذ نقصان دہ ہوگا۔ حقیقت پسندانہ نقطہ نظر سے اس بات کو محسوس کیا جانا چاہیے کہ اتحاد اور ہم آہنگی کی بنیاد دراصل اپنائیت کا احساس ہے اور یہ احساس اس اعتماد سے پیدا ہوتا ہے کہ میرے ملک میں میری کسی عزیز شئی، میرے تمدن، میری شناخت اور میری پہچان کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے، مختلف شناختوں کو تسلیم کرنے سے قومی یکتائی، ہم آہنگی اور اتحاد کو قوت ملے گی، کسی یونیفارم سول کوڈ کو مسلط کرنے کے نتیجے میں محرومی اور عدم تحفظ کے جذبات ابھریں گے جو ملک کے اتحاد اور یک جہتی کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔''

متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی برائے خواتین کے زیر اہتمام تحفظ شریعت کانفرنس برائے خواتین ۱۷؍۱۸؍ مئی ۲۰۰۳ء کو حیدر آباد میں منعقد ہوا تھا جسمیں آندھرا پردیش کے تقریباً ہر ضلع سے خواتین نے شرکت کی، اس اجلاس میں مجھے بھی حضرتؒ کے ہمراہ شرکت کا موقعہ ملا تھا، کانفرنس کی صدارت فرماتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحبؒ نے یونیفارم سول کوڈ اور مسلم پرسنل لا سے متعلق اہم قانونی مسائل پر آسان زبان میں دلائل کے ساتھ روشنی ڈالی اور فرمایہ کہ:

> ''یونیفارم سول کوڈ کے بارے میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی رائے بالکل واضح ہے کہ وہ کسی طرح بھی ملک کے مفاد میں نہیں ہے، وہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ اس ملک کے تمام باشندوں کے لئے قابل قبول نہیں بن سکتا، اس سے ملک کا شیرازہ بکھر تو سکتا ہے، متحد ہو نہیں سکتا، اس ملک کی خوبصورتی اور عظمت اس ملک کی رنگارنگی مذہب اور تہذیب کے اختلاف میں ہے، اور روایات کی کثرت وحدت کا ذریعہ ہے۔''

۱۹۹۵ء میں سپریم کورٹ نے حکومت ہند کو ملک میں یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کا مشورہ دیا، سپریم کورٹ کا یہ مشورہ آئین ہند کے خلاف اور مسلمانوں کے شرعی قانون سے متصادم تھا، پورے ملک میں تحفظ شریعت ہفتہ منایا گیا، ارریہ، بہار میں بھی ۳۰ر نومبر ۱۹۹۵ء کو ایک عظیم الشان تحفظ شریعت کانفرنس منعقد ہوئی، حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحبؒ نے اس موقعہ پر بصیرت افروز خطاب فرمایا، جس میں یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے نتیجہ میں ملک میں پیدا ہونے والے خطرات، کی صراحت فرتے ہوئے یہ پیغام دیا۔

> ''آج کے اجلاس کا یہ پیغام ہے کہ ہم یونیفارم سول کوڈ کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے، یونیفارم سول کوڈ کو ہم مسلمانوں کے خلاف سمجھتے ہیں، ہندوؤں کے خلاف سمجھتے ہیں، عیسائیوں کے خلاف سمجھتے ہیں، سکھوں کے خلاف سمجھتے ہیں اور خود اس ملک کے خلاف سمجھتے ہیں، اور آج کے اس اجلاس کا یہ پیغام بھی ہے کہ اگر اس ملک میں مذہب کو بدلنے یا مذہب کو توڑنے کی کوشش کی گئی تو ہم رکاوٹ بنیں گے، ہم آڑے آئیں گے، کل بھی ہم نے اس ملک کی آزادی کے لئے قربانیاں دی تھیں اور آج بھی ہم اس ملک کی حفاظت کے لئے قربانیاں دینے کے لئے تیار ہیں۔''

حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہند کا ''یکساں سول کوڈ'' کا منصوبہ ملک کی پر امن فضا، خوشگوار ماحول، اور آپسی خلوص و وفا کے لئے نہایت نقصان دہ ہے، اس کی وجہ سے اتحاد پارہ پارہ ہوگا، ملک کی رنگارنگ تہذیب متاثر ہوگی اور یکساں سول کوڈ صرف مسلمانوں کے حد تک محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کے ضمن میں دیگر مذاہب اور تہذیبیں بھی آئیں گی اس طرح اس ملک کی خوشنمائی بگڑ جائے گی، دوسروں کے لئے کچھ بھی ہو لیکن مسلمان کبھی اس کے نفاذ کو قبول نہیں کرے گا کیوں کہ یہ اس کی شریعت اور اسلام پر حملہ ہے اور اس کے اختیارات اور آزادی کو ختم کردینا ہے۔ جسکا حق ہندوستان کے قانون میں موجود ہے۔

اس وقت پھر لا کمیشن نے ملک کی عوام اور ملی اداروں سے ''یونیفارم سول کوڈ'' کے سلسلہ میں رائے مانگی ہے اور اب وزیر اعظم نے بھی اس کی حمایت کا اعلان کیا ہے جو واضح اشارہ ہے کہ بھارت میں ''یونیفارم سول کوڈ'' جلد آئے گا جو آئین ہند میں دئے گئے حقوق کے خلاف ہوگا جسکے نتائج بھارت میں بسنے والے کثیر المذاہب اور کلچر کو ماننے والوں کیلئے مشکل کا سامان ہوگا۔

نظم

اہل ایماں کفر کے آگے جھکا کرتے نہیں
نقش باطل سے نقوش حق مٹا کرتے نہیں

ظلم اور جور و ستم کی ہوں گھٹائیں جس قدر
وہ چمک انصاف کے سورج چھپا کرتے نہیں

دخل اندازی پرسنل لا میں نامنظور ہے
ہم خدا کے دین کا سودا کیا کرتے نہیں

حق ہمارا ہے کہ اپنے دین پر ہم قائم رہیں
غیر کے ادیان کا ہم [illegible] کرتے نہیں

اہل باطل کے خداؤں کو منانے کے لیے
اہل ایماں اپنے خالق کو خفا کرتے نہیں

ہم شریعت پر نچھاور جان و تن کر جائیں گے
بزدلانہ زندگی مومن جیا کرتے نہیں

آنے والی نسل کے ایمان کی بس فکر ہے
ہم کسی چیلنج سے ہرگز ڈرا کرتے نہیں

ہے برابر حق ہمارا سر زمین ہند پر
یوں ہی بس رحم و کرم پر ہم رہا کرتے نہیں

رب نے خود جن کا چراغ دین کو روشن کیا
پھر کبھی باطل کی پھونکوں سے بجھا کرتے نہیں

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ (ITI) ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف پٹنہ میں درج ذیل دوسالہ ٹریڈ کے سال 2023 میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس طلبہ حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کرسکتے ہیں: (۱) الیکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹسمین سول (۴) الیکٹریشین (۵) ریفریجریشن اینڈ ائیر کنڈیشننگ (٦) پلمبر (ایک سال)

رابطہ کے لئے نمبرات:

8825126782, 9835012335, 9304924575

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

ملک کو یونیفارم سول کوڈ کی ضرورت نہیں: اکھلیش یادو

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ایک وفد نے سماجوادی پارٹی کے قومی صدر و سابق وزیر اعلیٰ اور قائد حزب اختلاف اکھلیش یادو سے ملاقات کی۔ بی جے پی حکومت کی جانب سے یکساں سول کوڈ لانے کی کوششوں کی سخت مخالفت کی اور اسے منسوخ کرنے کے مطالبے کا میمورنڈم سونپا۔ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے وفد نے واضح کیا کہ ملک کے آئین نے ہر شہری کو مذہبی آزادی دی ہے اور مسلم پرسنل لاء اسلامی شریعت کا ایک لازمی حصہ ہے، جس کی بنیاد قرآن پاک اور حدیث نبوی پر ہے۔ جس میں نہ تو ہم کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو بدلنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اس موقع پر اکھلیش یادو نے وفد کو یقین دلایا کہ ان کی پارٹی یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے خلاف ہے اور ملک کو اس کی ضرورت نہیں۔ اکھلیش یادو سے ملاقات کے دوران وفد نے واقف کرایا کہ کثیر مذہبی، کثیر ثقافتی، کثیر لسانی اور کثیر نسلی اس ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ سے ملک کی تکثیریت اور سیکولرزم کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ ساتھ ہی آئین میں دی گئی مذہبی اور تہذیبی آزادی کے ساتھ ہی بنیادی حقوق کے بھی خلاف ہے۔ وفد میں شامل افراد نے یہ بھی واضح کیا کہ ملک کے آئین میں کئی ریاستوں کو خصوصی درجہ دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر میزورم، ناگالینڈ اور تری پورہ۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ ہندوستان کے آئین نے قبائیلوں کے قوانین اور رسم و رواج کے تحفظ کی بھی ضمانت دی ہے، یکساں سول کوڈ کے نفاذ سے ان آئینی تحفظات اور معاہدات کی خلاف ورزی ہوگی۔ اکھلیش یادو نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ میمورنڈم کو قبول کرتے ہوئے انہیں اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ (پریس رپورٹ)

راجیہ سبھا کے لئے 11 امیدوار بلا مقابلہ منتخب

راجیہ سبھا کے انتخاب میں 11 امیدواروں کا بلا مقابلہ منتخب کر لیا جانا طے ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان کے خلاف کوئی امیدوار انتخابی میدان میں نہیں ہیں۔ مرکزی وزیر خارجہ ایس جے شنکر مغربی بنگال سے بی جے پی امیدوار کے طور پر راجیہ سبھا ممبر کے لیے منتخب ہوئے ہیں۔ اسی کے ساتھ بی جے پی کو راجیہ سبھا میں مزید ایک سیٹ مل گئی ہے جس سے راجیہ سبھا میں بی جے پی اراکین کی تعداد بڑھ کر 93 ہو گئی ہے لیکن ایوان بالا میں اکثریت سے بی جے پی اب بھی دور ہے۔ 24 جولائی کو مغربی بنگال میں 6، گجرات میں 3 اور گوا میں ایک سیٹ کے لیے ووٹنگ ہوئی تھی لیکن اس کی نوبت نہیں آئی اور اب ووٹنگ نہیں ہوگی کیونکہ ان سیٹوں پر کوئی مخالف امیدوار نہیں ہے۔ مغربی بنگال میں برسر اقتدار ترنمول کانگریس کے 6 امیدوار بلا مقابلہ منتخب کر لیے گئے ہیں جس کا اب رسمی اعلان باقی رہ گیا ہے۔ راجیہ سبھا انتخاب میں پرچہ نامزدگی واپس لینے کا آخری دن تھا۔ مغربی بنگال میں راجیہ سبھا کی ایک سیٹ پر ضمنی انتخاب میں بھی ٹی ایم سی نے فتح حاصل کی ہے۔ راجیہ سبھا میں مرکزی وزیر جے شنکر کی یہ دوسری مدت کار ہوگی۔ جبکہ بابو بھائی دیسائی اور کیسری دیو سنگھ جھالا گجرات سے راجیہ سبھا ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ کوئی مخالف امیدوار نہیں ہونے کے سبب امت مہاجن کو بنگال اور سدا نند سیٹھ تناورے کو گوا سے فتح حاصل ہوئی ہے۔ (ایجنسی)

منی پور میں خواتین کو برہنہ کر کے سڑکوں پر دوڑایا گیا

شمال مشرقی ریاست میں ایک کمیونٹی کی خواتین کو برہنہ کر کے سڑکوں پر دوڑانے کا حیران کن ویڈیو سامنے آیا ہے۔ کچھ لوگ ایک برادری کی دو خواتین کو برہنہ کر کے سڑکوں پر گھمار ہے ہیں۔ اس واقعہ کے منظر عام پر آنے کے بعد علاقے میں تشدد زدہ ریاست میں ایک بار پھر کشیدگی عروج پر پہنچ گئی ہے۔ حکام نے بتایا کہ یہ ویڈیو انڈیجنس ٹرائبل لیڈرز فورم (آئی ٹی ایل ایف) کے مظاہرے سے صرف ایک دن پہلے سامنے آیا ہے۔ آئی ٹی ایل ایف کے ترجمان نے بتایا کہ کانگ پوکپی ضلع میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس میں خواتین کو برہنہ حالت میں دکھایا گیا ہے۔ ویڈیو میں کچھ مرد متاثرہ خواتین کے ساتھ مسلسل چھیڑ چھاڑ کرتے نظر آرہے ہیں۔ یہ متاثرہ خواتین یرغمال بنی ہوئی ہیں اور مسلسل مدد کے لیے فریاد کر رہی ہیں۔ پولس معاملے کی تحقیقات کر رہی ہے۔ (نیوز رپورٹ)

انڈیا نام رکھنے پر اپوزیشن جماعتوں کے خلاف دہلی میں شکایت درج

26 اپوزیشن جماعتوں کے اتحاد کا نام 'انڈیا' سڑک سے اب پولیس اسٹیشن تک پہنچ گیا ہے۔ دہلی کے باراکھمبا پولیس اسٹیشن میں 26 اپوزیشن جماعتوں کے خلاف شکایت درج کرائی گئی ہے۔ جس میں حزب اختلاف کی پارٹیوں پر 'انڈیا' نام کے غلط استعمال اور انتخابات میں نام کا بے جا اثر و رسوخ اور غلط شبیہ بنانے کا الزام لگایا گیا ہے۔ شکایت کنندہ ڈاکٹر اونیش مشرا نے ان جماعتوں کے خلاف ضروری کارروائی کی درخواست کی ہے۔ (نیوز رپورٹ)

طب و صحت

ہارٹ اٹیک اور اس کے اثرات

حالیہ چند برسوں میں ہارٹ اٹیک سے ہونے والی اموات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مطابق پوری دنیا میں ہر سال 17.3 ملین لوگ ہارٹ اٹیک کا شکار ہو رہے ہیں۔ دسمبر 2022 کے پہلے ہفتہ میں "ہارٹ اٹیک" ٹویٹر پر ٹرینڈ کر رہا تھا۔ دنیا بھر کے ماہرین طب اور ماہرین نفسیات ہارٹ اٹیک کے تعلق سے تشویش کا اظہار کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر سبرت اکھوری (کارڈیالوجسٹ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز، فرید آباد) اپنے ایک کالم میں لکھتے ہیں کہ اگلے پانچ سے دس سال میں ہندوستان کے 20 فیصد لوگ ہارٹ اٹیک سے متاثر ہوں گے۔ ایک آر ٹی آئی سے جمع کی گئی معلومات کے مطابق ممبئی میں سال جنوری سے جون کے درمیان کورونا سے زیادہ اموات ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہوئیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ مدت میں کورونا سے 10 ہزار 289 اموات ہوئیں جبکہ اسی مدت میں ہارٹ اٹیک سے مرنے والوں کی تعداد 17 ہزار 880 تھی۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مطابق 2019 میں دنیا بھر میں 1.79 کروڑ اموات دل سے جڑی بیماریوں سے ہوئی تھیں۔

ہارٹ اٹیک کے اثرات نوجوانوں یہاں تک کہ طالب علموں اور کم عمر نوجوانوں میں دیکھے جا رہے ہیں۔ حالیہ کچھ دنوں میں کئی ایسے واقعات مشاہدے میں آئے ہیں کہ کوئی گلوکار اسٹیج پر فارمنس کے دوران اچانک گرا اور اس کی روح پرواز کر گئی، کوئی طالب علم اسکول جاتے ہوئے اچانک لڑکھڑایا اور چشم زدن میں اس کی جان چلی گئی۔ ہم میں سے کئی لوگ ایسی اموات کے شاہد ہیں جو انتہائی غیر متوقع تھیں۔ یہ واقعات ہمیں خوف زدہ کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے ڈاکٹرز اور ماہرین نفسیات ہارٹ اٹیک کی وجوہ اور اس کے خدشات کو کم کرنے کی تدابیر پر نہ صرف غور و فکر کر رہے ہیں بلکہ مشورے بھی دے رہے ہیں۔ ہارٹ اٹیک بعض اہم وجوہ درج ذیل ہیں: نشہ آور چیزوں کا استعمال، غیر متوازن غذا، نیند کی کمی، سستی، ذہنی تناؤ، بلڈ پریشر وغیرہ ماہرین کے مطابق نشہ آور چیزوں سے گریز کرنے، متوازن غذا لینے، وقت پر سونے اور اٹھنے، متحرک رہنے، ذہنی تناؤ سے بچنے اور اصول حفظان صحت پر عمل کرنے سے ہارٹ اٹیک کے خدشات کو کم کیا جا سکتا ہے۔

ہارٹ اٹیک کے اسباب اور اس سے محفوظ رہنے کے طریقہ کار کا معروضی مطالعہ ضرور ہونا چاہیے لیکن کچھ پہلو ایسے بھی ہیں جو معروضیت سے پرے ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ ماہرین صحت اس بات پر متفق ہیں کہ ہارٹ اٹیک کی سب سے بڑی وجہ ذہنی تناؤ ہے۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہی ہے کہ دنیا میں جس تیزی سے ہارٹ اٹیک کے واقعات بڑھ رہے ہیں، اتنی ہی تیزی سے انسانی ذہن تناؤ کا شکار ہو رہا ہے۔ ماہرین صحت اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ذہنی تناؤ کم کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کے انسان کے پاس وسائل کی فراوانی ہے۔ ہم میں سے بیشتر لوگوں کی طرز رہائش پہلے سے زیادہ اچھی ہوئی ہے۔ ہم پہلے کے مقابلے زیادہ اچھا کھانا کھاتے ہیں۔ رابطے آسان ہوئے ہیں۔ آج ہم میں سے بیشتر لوگوں کے پاس اچھے موبائل فون ہیں۔ گھر ہے، گاڑیاں ہیں، تفریح کے مختلف ذرائع ہیں لیکن ان سب کے باوجود ہم میں سے اکثر لوگ کسی نہ کسی طور پر ذہنی تناؤ کا شکار ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ماہرین صحت کے پاس ملنا شاید مشکل ہے۔ شاید ہر سوال کا جواب سائنسی اصولوں کے مطابق بھی نہیں مل سکتا۔ اگر معروضیت سے پرے کچھ فطری اور روحانی اصولوں کو ہم سمجھ سکیں تو ممکن ہے کہ جواب تک ہماری رسائی ہو جائے۔ ماں سے بہت دور کوئی بچہ کسی خاص ساعت میں حادثہ کا شکار ہوتا ہے، ماں کو کسی مادی ذرائع سے حادثے کی اطلاع نہیں ملتی ہے، لیکن اس کے باوجود جس وقت اس کا لخت جگر حادثے کا شکار ہوتا ہے، ماں کا دل تیز تیز دھڑکنے لگتا ہے۔ اب اس واقعہ کی کوئی معروضی وجہ نہیں بتائی جا سکتی۔ ذہنی تناؤ کو کم کرنے کی فی زمانہ جتنی کوششیں ہو رہی ہیں، وہ سب معروضی ہیں۔ مثلاً صبح چہل قدمی کی جائے، ورزش کی جائے، موبائل فون کا استعمال کم کیا جائے، مکمل نیند لی جائے، غذا متوازن ہو، وقت پر ہو وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ ساری تدابیر بھی اکثر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ ذہنی تناؤ کو کم کرنے اور زندگی کو پر سکون بنانے کے مختلف طریقے بہت ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کے لیے مفید اور کارآمد ہوں لیکن فطرت سے قریب ہوئے بغیر، نہ تو ہم ذہنی تناؤ کو کم کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی زندگی کو پر سکون بنا سکتے ہیں۔ فطرت سے قربت کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ ہم وادیوں، جھرنوں، ندیوں اور سمندروں کا نظارہ کرنے لگ جائیں۔ جب انسان کا ذہن اذیت میں ہوتا ہے تو اسے خوشگوار نظارے بھی بے لطف اور بے نور نظر آنے لگتے ہیں۔ فطرت سے قربت کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم زندگی کو اس کے اصل روپ میں قبول کریں۔ زندگی کا اصل روپ صرف خوشی نہیں ہے، غم بھی ہے۔ صرف خواب نہیں ہے، عکسِ خواب بھی ہے۔ زندگی صرف حاصل کا نام نہیں ہے، زندگی میں سعئی لاحاصل بھی ہے۔ زندگی صرف تبسم سے مکمل نہیں ہوتی، اسے نالہ نیم شب بھی چاہیے۔

آج کا انسان صرف خوش رہنا چاہتا ہے۔ وہ خوشی کا تعاقب کرتا ہے۔ جب اسے اپنے آس پاس بلکہ اپنے اندرون میں خوشی نہیں ملتی تو وہ پارکوں، ہوٹلوں، بار اور نائٹ کلبوں کا رُخ کرتا ہے۔ اُسے وقتی طور پر خوشی مل بھی جاتی ہے لیکن واپس جب وہ اپنے اصل ماحول میں آتا ہے تو اسے وحشت سی محسوس ہوتی ہے، یہی وحشت اس کے ذہنی تناؤ کا سبب بنتی ہے۔ آج کا انسان حقیقی مسرتوں سے محروم ہے۔ وہ اپنے رشتہ داروں کو نہیں پہچانتا، پہچانتا ہے تو بس اِس طور پر کہ ان سے گلے اور شکووں کا رشتہ ہے۔ اس نے اپنی مصروفیت کو کم کرنے کے لیے مشینیں خرید رکھی ہیں، لیکن اس کی مصروفیات اور بھی بڑھ چکی ہیں۔ اس کے پاس اپنے بیوی بال بچوں کے لیے وقت نہیں ہے۔ دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے وقت نہیں ہے بلکہ سچ پوچھیے تو اپنے لیے وقت نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کی تمنا میں وہ اپنی اوقات بھول چکا ہے لیکن جیسے ہی اسے اپنی اوقات یاد آتی ہے، وہ ذہنی تناؤ کا شکار ہونے لگتا ہے۔ آج کا انسان قناعت کی دولت سے محروم ہے۔ وہ دنیا میں جنت کے مزے لینا چاہتا ہے۔ وہ اپنے ماضی کو یاد کر کے حال کا شکر ادا نہیں کرتا، دوسروں کے حال کو دیکھ کر اپنے حال کی ناشکری کرتا ہے۔ یہ ناشکری اسے ذہنی طور پر منتشر کر دیتی ہے۔ ذہنی تناؤ سے بچنے کی تمام سائنسی اور طبی تدابیر اپنی جگہ اہم ہو سکتی ہیں لیکن سچ یہی ہے کہ خالق کے قرب کے بغیر ذہنی سکون کے حصول کی سبھی کاوشیں سعئی لاحاصل ہیں۔ خالق کا قرب ہمیں اندیشہ سود و زیاں سے بے نیاز کرتا ہے۔ نمائش اور تصنع کو زندگی سے نکال دیا جائے تو زندگی پر سکون ہو سکتی ہے لیکن ہم انہیں نکالنے پر آمادہ ہی نہیں ہیں یہاں تک کہ نمائش اور تصنع سے ہمارا رشتہ منقطع تو ہوتا ہے لیکن تب تک کافی دیر ہو چکی ہوتی ہے۔

اپنے سے چھوٹے لوگوں میں وقت گزارنے سے سکون ملتا ہے۔ کسی کا سکون غارت نہ کیا جائے تو سکون مل سکتا ہے۔ سکون حاصل کرنے کی تمنا چھوڑ دی جائے تو سکون ملنے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ سارے نکات معروضی نہیں ہیں اور ہم اتنے ترقی یافتہ ہو چکے ہیں کہ معروضیت کی عینک اتارے بغیر مطالعۂ کائنات ہمارے لیے مشکل ہے۔ اس مشکل کا حل تلاش کر لیا جائے تو ہارٹ اٹیک کے امکانات کو کم کیا جا سکتا ہے۔

(کامران غنی صبا صدر شعبۂ اردو نتیشور کالج، مظفر پور)

Volume:63/73,Issue:27 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F.J/105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

لوگ ڈرتے ہیں دشمنی سے تری
ہم تری دوستی سے ڈرتے ہیں
(حبیب جالب)

اسلامی قوانین کی خوبیوں کا اعتراف غیروں نے کیا

ڈاکٹر مفتی محمد عرفان عالم قاسمی

اسلامی قانون انسانی دنیا کے لیے خدا کا عظیم عطیہ ہے، انسانوں کا بنایا ہوا کوئی قانون اس کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ جب سے دنیا کے بسنے والے انسانوں نے اسلامی قوانین سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے، اس وقت سے امن وسکون اور زندگی کی بیش بہا نعمت سے محروم ہوگئی ہے۔ آج دنیا کو پھر سے اسلامی قانون کی ٹھنڈی سایوں کی ضرورت ہے تاکہ دنیا سے غربت، بھکمری، زنا اور بدچلنی ختم ہوسکے۔ جب تک دنیا پر اسلامی قانون کے ماننے والے رہیں گے دنیا میں لوگ امن وسکون کے ساتھ باقی رہیں گے۔ جس وقت دنیا اسلامی قانون کے ماننے والے سے خالی ہوجائے گی خالق کائنات اس دنیا کو توڑ پھوڑ کر ختم کردے گا۔

اسلامی قانون کے خوبیوں کا اعتراف اپنے تو، اپنے غیروں نے بھی کیا ہے یہاں تک کہ تعصب پسند غیر مسلموں نے بھی جب تعصب کی عینک اتار کر اس کا حقیقت پسندانہ اور انصاف پسندانہ انداز میں جائزہ لیا، تو انہیں اسلامی قوانین کے تفوق اور اس کی اہمیت وعظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ حقیقت میں فضیلت وہی ہے جس کی گواہی ہمارا مخالف دے۔ حالانکہ کفار ومشرکین نے بہت کوششیں کیں کہ اسلام کی تعلیمات اور اس کی اچھائیوں سے دنیا کو دور رکھا جائے لیکن اس کام میں ان کی ساری مشنریاں ناکام ہوئیں اور اسلام کی حقانیت اپنے اثرات دنیا پر چھوڑتی گئی۔ مشہور یورپی فلاسفر کارلائل اپنی کتاب "Heroes of the world" میں اسلام کے خلاف یورپ کے بے بنیاد الزامات کے جوابات میں لکھتا ہے کہ اسلام کی دیواریں اگر کچی اینٹوں سے بنی ہوتیں تو صدیوں تھپیڑوں کی زد میں ٹھہر نہیں سکتی تھیں، فنا ہوچکی ہوتیں۔'' ڈاکٹر کرٹ والڈ ہائیم سے دنیا کے کئی ملکوں سے شائع ہونے والے ایک بڑے اخبار کے ایڈیٹر نے جب یہ سوال کیا کہ دنیا کو درپیش مسائل پر کیسے قابو پایا جاسکتا ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا: کہ انسانیت کی بہبود وترقی کے لئے دنیا کا کوئی بھی نظام اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ دنیا نے بے پناہ ترقی کرلی؛ لیکن وہ اس سے ان مسائل پر قابو نہیں پاسکتی، مجھے اسلام کے علاوہ کوئی ایسا نظام نظر نہیں آتا جو انسانیت کی مشکلات کو حل کرسکتا ہو۔ (روزنامہ جنگ لاہور) فرانسیسی محقق DoBo lenh (Willy yean) کہنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کا آئین اس حد تک عقلی بنیادوں پر استوار ہے کہ اس کی تبلیغ کے لیے کسی کو مجبور کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ بس اتنا کافی ہے کہ اس کے اصول لوگوں کے لیے تبیین ہو، تاکہ سارے اس کی طرف متوجہ ہوجائیں اس کے قوانین اس حد تک عقل کے مطابق ہیں کہ پچاس سال سے بھی کم مدت میں اس نے دنیا کی نصف آبادی کو اپنی طرف جذب کردیا۔'' امریکی دانشور (Rhyod Frye) کہنا ہے کہ میری نظر میں اسلام صرف ایک الہی دین ہی نہیں بلکہ بہت ہی اہمیت کے حامل قوانین وتہذیب وتمدن کے میدانوں میں کافی اہم اثرات چھوڑے ہیں۔

ڈاکٹر کے ایس سیتارام کہتے ہیں: ''دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔'' (فاران سیرت نمبر)

پروفیسر راما کرشنا راؤ لکھتے ہیں کہ: مہاتما گاندھی کے بقول پوری اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام سے خوف زدہ ہیں؛ لیکن اسلام نے اسپین کو تہذیب دی، اسلام نے مراکش میں نور کی شمع روشن کی اور پوری دنیا کو بھائی چارہ کے اصول سے آگاہ کیا۔'' (اسلام کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم/مؤلفہ پروفیسر راما کرشنا راؤ)

رابندر ناتھ ٹیگور کہتے ہیں کہ: ''وہ وقت دور نہیں، جب قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کرلے۔ وہ دن بھی دور نہیں، جب اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائے گا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا۔''

سوامی وویکانند کہتے ہیں کہ ''شاید تم پوچھو گے کہ مذہب اسلام میں کیا خوبی ہے۔ اگر اس میں خوبی نہ ہوتی تو وہ اب تک زندہ کیسے رہتا؟ جو اچھا اور نفع بخش ہے وہی اس دنیا میں زندہ رہ سکتا ہے باقی سب فنا کے بے کنار غار میں چلا جاتا ہے۔ جو نفع بخش ہے اسی کو بقا ہے۔ اس لیے وہی دائمی زندگی کا حقدار بھی ہوتا ہے۔ اور موجودہ زندگی کا بھی۔'' (اسلام غیر مسلموں کے نظر میں)

برطانوی محقق (Byron Wolfe) کا کہنا ہے کہ جتنا اسلام اور اسلامی زندگی (کے اصولوں سے) آگاہ ہوتا جاتا ہوں اتنا ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صفائی کے حوالے جو قوانین مسلمانوں کے حوالے سے لے کر آئے، زیادہ حیرت میں پڑ جاتا ہوں۔ ساتھ ہی مجھے افسوس ہوتا ہے کہ بہت سارے مسلمان ان تمام تعلیمات پر عمل پیرا کیوں نہیں ہوتے۔''

برطانوی تاریخ دان اور دانشور (William Moeys) کا کہنا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو واضح ترین دلائل سے لبریز ہے۔ عدالتی اور وہ تمام قوانین جو اجتماعی زندگی شہری زندگی سے متعلق ہیں، اس مقدس کتاب میں سادہ عبارت میں مضبوط دلائل کے ساتھ ذکر ہوئی ہیں کہ قاری کو اپنی طرف جذب کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔''

ڈبلیو ڈبلیو کیش کہتے ہیں: ''اسلام نے عورتوں کو پہلی بار انسانی حقوق دیے اور انہیں طلاق کا حق دیا۔'' The Expension of Islam ''آئرنا میڈ میکس'' (Women in Islam 1930) میں اسلام اور ماقبل اسلام عورت کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو اپنی پسندیدہ قرار دیا ہے، نماز، روزہ، خوشبو اور عورت، عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قابل احترام تھی، معاشرہ میں جہاں مرد اپنی بیٹیوں کو پیدائش کے وقت زندہ دفن کیا کرتے تھے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو جینے کا حق دیا۔''

فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی لکھتے ہیں: ''اسلام نے عورتوں کی تمدنی حالت پر نہایت مفید اور گہرا اثر ڈالا ذلت کے بجائے عزت و رفعت سے سرفراز کیا اور کم وبیش ہر میدان میں ترقی سے ہمکنار کیا چنانچہ قرآن کا ''وراثت وحقوق نسواں'' یورپ کے ''قانون وراثت'' اور ''حقوق نسواں'' کے مقابلہ میں بہت زیادہ مفید اور فطرت نسواں کے زیادہ قریب ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس)

دہلی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر راجندر صاحب نے ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ''تاریخی طور پر اسلام عورتوں کو جائیداد کے حقوق دینے میں بہت زیادہ فراخ دل اور ترقی پسند رہا ہے، یہ حقیقت ہے کہ 1956 / میں ہندو کوڈ بل سے قبل ہندو عورتوں کا جائیداد میں کوئی حصہ نہیں تھا، حالانکہ اسلام مسلم عورتوں کو یہ حق چودہ سو سال پہلے دے چکا تھا۔''

ڈاکٹر موسیو لیبان مصنف تمدن عرب لکھتے ہیں: مسلمان کی جائز کثرتِ ازدواج یورپ کے ناجائز کثرت ازدواج سے ہزار درجہ بہتر ہے، اسلام پر جس دریدہ دہنی سے نکتہ چینی کی جاتی ہے اور جس بری صورت میں پیش کیا جاتا ہے وہ فرضی مہیب صورت بھی یورپ کے موجودہ معاشرہ کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی، دراصل یورپین ممالک میں عصمت عنقا بن گئی ہے۔''

پادری جیمس مولر لکھتا ہے: کہ دیگر مذاہب کے تعلیمات پر نظر ڈالو تو وہ اوسط اور عام انسانوں کی جگہ فرشتہ صفت انتہا پسندوں کے لیے معلوم ہوتی ہیں جب کہ اسلامی تعلیمات تمام انسانوں کے لیے ہیں جن میں نہ رہبانیت ہے، نہ ترک دنیا۔ زمین وآسمان کی ہر نعمت سے استفادہ کریں اور ان کے خالق کا شکر ادا کریں۔ (مستفاد اسلام غیر مسلموں کی نظر میں) آج کے مغربی فلسفہ نظام نے اسلام کے بارے میں اور بہت سے اسلامی احکام وقوانین کے بارے میں نئی نسل کے ذہنوں میں جو شکوک وشبہات پیدا کر رکھے ہیں میڈیا اور لابنگ کے ذرائع سے شکوک وشبہات کا دائرہ دن بدن وسیع کیا جارہا ہے، ان کا سامنا کرنا اور عام مسلمانوں بالخصوص نئی نسل کو ان کے جال سے نکالنا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ آج کا سب سے بڑا فتنہ ہے؛ لیکن ہماری اس طرف بالکل توجہ نہیں ہے۔ شریعت اسلامی کے احکام وقوانین پر اعتراضات اور ان کی ضرورت وافادیت کی نفی کا رجحان دن بدن بڑھتا جارہا ہے اور بین الاقوامی اور قومی ماحول میں اس کو فروغ حاصل ہورہا ہے جبکہ ان کے جوابات کے لیے کوئی اجتماعی کام نظر نہیں آرہا، افراد کی حد تک یہ محنت کسی درجے میں موجود ہے مگر اداروں اور طبقات کی سنجیدہ توجہ نہیں ہے۔ دوسری طرف باطل کی محنت اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ کو خراب کرنے میں کس قدر ہے۔ ایسے نازک اور پرآشوب ماحول میں ہر کلمہ گو کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنی بساط بھر معاشرہ کو بے حیائی وفحاشی سے پاک کرنے اور اسلامی تہذیب وثقافت کے تحفظ کی خاطر حتی المقدور محنت وکوشش کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اسلامی شریعت کامل ومکمل اور تمام دنیا کے قوانین سے بالاتر ہے۔ جس میں کوئی بھی کتر بیونت نہیں کرسکتا۔ اسلام صرف نماز، روزہ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مکمل دین ہے جس کے ہر جز کی اتباع اسی طرح لازم ہے جس طرح نماز، روزہ کے احکام کی۔ لیکن ابتدا ہی سے اس ملک میں ایک ایسا طبقہ سرگرم عمل رہا جس کا اولین مقصد مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو ختم کرکے انہیں ملکی تہذیب میں ضم کرنا تھا، یہ طبقہ دفعہ ۴۴ کا سہارا لے کر شروع ہی سے ملک میں یکساں سول کوڈ کا مطالبہ کرتا رہا ہے۔ موجودہ حالات بتارہے ہیں کہ یہ حکومت یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے کا تہیہ کرچکی ہے، لیکن مسلم پرسنل لا کے تحفظات کے لئے علماء نے ماضی میں جو قابل قدر کارنامے اور خدمات انجام دیے ہیں اور مسلم معاشرہ میں اسلام کے عائلی قوانین کے نفاذ کے لیے جو ہمہ گیر جدوجہد کی ہے وہ تاریخ کا روشن باب ہے؛

ہندوستان کثیر مذہبی ملک ہے، اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ملک کا دستور بنایا گیا ہے اور ہر شہری کو اپنے مذہب کے مطابق عقیدہ رکھنے، عمل کرنے اور اس کی دعوت دینے کا حق دیا گیا ہے، ایسے بڑے ملک اور کثیر مذہبی سماج کے لئے یکساں سول کوڈ نہ مناسب ہے اور نہ مفید، بھارت میں اس طرح کی کوشش دستور میں دیے گئے بنیادی حقوق کے مغائر ہیں۔ مسلمان ملکوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لیے یکساں سول کوڈ بنانے کی کوشش نہیں کی ہے جیسا کہ ہمارے ملک کے سیاستدانوں کے پیش نظر ہے، بلکہ غیر مسلموں کے لیے ان کے پرسنل لا محفوظ رکھے گئے ہیں۔ مسلمان مذہب اسلام سے وابستگی کی بنیاد پر مسلمان بنتے ہیں اور ان کی ایک مخصوص تہذیب ہے۔ مسلمانوں کے تہذیب وتمدن میں وہ تمام باتیں داخل ہیں جو نسلاً بعد نسل سے مذہب کے واسطے وراثت میں آئی ہیں اور ان میں نکاح، طلاق، خاندان افراد خاندان کے حقوق اور ترکہ و وراثت کے معاملات شامل ہیں۔ اس کے باوجود مسلمانوں کو پرسنل لا کے معاملات میں کسی اور قانون پر چلنے کے لئے کہنا یا مجبور کرنا کھلے طور پر مرتد ہونے کی دعوت دینا ہے۔ سچا مسلمان تو ایسی دعوت جیتے جی قبول نہیں کرسکتا۔ کیونکہ مسلم پرسنل لا جن شعبہائے زندگی کے قوانین کو شامل ہے وہ نہایت اہم ہیں، بلکہ زیادہ تر احکام وہ ہیں جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں واضح تشریحات موجود ہیں۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ رابطہ اور واٹس آپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)

WEEK ENDING- 24/07/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421

Scanned with CamScanner